ماہنامہ المرشد

مارچ 2016

جمادی الاول/جمادی الثانی 1437ھ

اللہ
رسول
محمد

سارے مراقبات میں کہیں تک چلے جائیں آیات قرآنی کی کیفیت کو دل میں اُتارنا، دل میں محسوس کرنا، دل میں یقین کرنا ہی مراقبہ ہے۔ (صفحہ نمبر 12)

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

عَنْ مَعَاذِ بِن جَبَلٍ يَقُوْلُ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْأَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، رقم الحدیث:513)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ بزرگ و برتر کے ہاں اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس حال میں اس دنیا سے جائے کہ تیری زباں پر اللہ کا ذکر جاری ہو۔

Great Mosque of Hohhot (Inner Mongolia, China)

تصوف

تصوف کیا ہے؟

جب تک انسان اللہ کریم کی عظمت کو دل میں نہ بٹھا لے تب تک وہ مومن ہونے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ جس دل میں اللہ کی بڑائی کی بجائے اپنی بڑائی کا احساس، اپنی پارسائی کا زعم ہو وہاں بہت سے باطنی امراض ڈیرہ ڈالے رکھتے ہیں۔ منفی سوچ، غلط خواہشات، خود غرضی، یہ سب ایک طرف کی شخصیت کو داغدار کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کا کوئی عمل اللہ کے ہاں درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتا۔

تصوف نفس کو پاک اور قلب کو اللہ کی عظمت سے آشنا کرا دینے کا راستہ ہے۔ تصوف کے راستے پر چلانے والا رہبر شیخ کامل ہوتا ہے جو ذکر الٰہی اور برکاتِ نبوت سے مسلمان کے قلب میں عظمت الٰہی کا ادراک پیدا کر دیتا ہے۔ جتنا عظمت الٰہی کا ادراک ہوتا جاتا ہے، اتنا بندہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

امراضِ باطنی تو بے شمار ہیں لیکن علاج فقط ایک ہے کہ بندے کے دل میں اللہ کی بڑائی جم جائے۔ تصوف اسی نعمت کو پانے کا راستہ ہے۔ صحبت شیخ یعنی ولی کامل کی محفل میں طلبِ الٰہی کی نیت سے بیٹھنا اس کے حصول کو آسان بنا دیتا ہے۔ اور قلبی طور پر گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ نیکی کی رغبت ہو جاتی ہے اور نیکی کو خالص اللہ کی رضا کے لیے کرنا پسند آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں جب خلوص شامل ہو جائے تو عقیدے سے عمل تک ہر چیز اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ہو جاتی ہے۔ اسی کوشش میں لگے رہنا تصوف ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ

المرشد

PS/CPL#15

مارچ 2016ء جمادی الاولیٰ / جمادی الثانی 1437ھ

جلد نمبر 37 شمارہ نمبر 7

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقۂ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
دلوں کو زندہ کیجیے	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	14
اکرم التفاسیر سورۃ القصص (61تا75)	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	19
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	25
من الظلمت الی النور	محمد منیر (لاہور)	32
ریا اور اُس کا علاج	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	34
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	41
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	44
غبارِ راہ	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	46
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	51
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور
Ph:042-35180381, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org/info
Ph:0543-562200, FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

O یہاں اس دائرے میں اگر X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

''قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔''

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

حیلہ کی قسمیں

فرمایا: دیکھ لو ان کا حال! انہوں نے مچھلیاں تو پکڑیں مگر ہم نے ان کو بندر اور ذلیل جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا اور ان کے ہم عصروں کے لیے اور بعد والوں کے لیے عبرت اور توبہ کا سبب بنا دیا اور نیک لوگوں کے لیے مزید نصیحت کا ذریعہ۔ یہ عذاب کہ صورتیں مسخ ہو جائیں بعثت نبوی ﷺ کے بعد عمومی طور پر اُٹھا لیا گیا، آپ ﷺ کی برکات میں سے ہے مگر بعض افراد پر اس کا جاری ہونا عجیب نہیں۔ یہاں ہمارے گاؤں میں ایک عورت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو خصوصی طور پر سخت توہین آمیز کلمات کہا کرتی تھی اور دیگر صحابہؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کو بھی تو مرنے سے پیشتر اس کی شکل بگڑ کر ڈراؤنی ہوگئی۔ کتے کی طرح زبان کوئی چار انچ کے قریب منہ سے نکل آئی اور واپس منہ میں داخل نہ ہو سکتی تھی۔ دن رات چپ بھی نہ کر سکتی تھی نتیجہ یہ ہوتا کہ لفظ تو کوئی بن نہ سکتا۔ کتے کی طرح بھوں بھوں کرتی رہتی۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں کے پاس لاہور تک اُسے لے کر گئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ تین ماہ اسی عذاب میں مبتلا رہ کر جہنم واصل ہوئی۔

ایسے متعدد واقعات ہیں جن کا لکھنا یہاں طوالت کا سبب ہوگا تو یہ صورت حال استثنائی ہے اب قوموں کی صورت نہیں بگڑتی مگر افراد اس میں مبتلا ہو سکتے ہیں یہ تو جسم کی بات ہے۔

روح کی صورت:

رہی روح کی صورت جب تک ایمان اور علم صالح نہ ہو انسانی رہ ہی نہیں سکتی بلکہ اس درندے یا جانور سے مشابہ ہوتی ہے جس سے اس کی عادات ملتی ہوں۔ انسانی شکل پر صرف ان لوگوں کے ارواح ہوتے ہیں جن کا دل منور ہو۔ ورنہ مسلمان اور نمازی بھی حلال جانوروں کی شکل پر ہوتے ہیں اور بدکار اور کفار درندوں کی شکل پر۔ کیا ہوا اگر اس کے اوپر بدن انسانی کا جامہ ہے تو یہ ہمیشہ تو نہ رہے گا اور اگر اللہ دل کی آنکھ وا کرے تو دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے شہروں کے شہر اور بستیوں کی بستیاں درندوں سے اٹی پڑی ہیں۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے! آمین۔ یہی وجہ ہے کہ بظاہر تو انسان نظر آتے ہیں لیکن کردار درندوں سے بھی بدتر ہیں۔

اداریہ

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمادیں۔(المائدہ:54)

کامل علم کے دو پہلو ہیں۔ایک خبر اور دوسرا یقین۔عمومی معلم کی تعلیم خبر کی حیثیت رکھتی ہے اور زندگی کی تلخ وشیریں حقیقتیں اس میں یقین و بے یقینی کی ملی جلی کیفیات پیدا کرتی رہتی ہیں اور عجیب سماں تب ہوتا ہے جب تجربات حیات یقین کو بے یقینی اور بے یقینی کو یقین میں بدل دیتے ہیں۔اس تذبذب کے عالم میں حصول علم کامل کا کوئی ذریعہ ہے تو وہ عمومی معلم نہیں بلکہ خصوصی حیثیت کا حامل معلم ہے۔چونکہ تخلیق کو سمجھنا اور اس کے مقصد کو پانا ہی حقیقت علم ہے اس لیے خالق سے راہنمائی درکار ہوگی اور اس کا ذریعہ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس جماعت ہے۔

امام الانبیاء نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی تعلیم کے دو پہلو ہیں۔ایک کامل خبر اور دوسرا کامل یقین۔یعنی تعلیمات و کیفیات مثلاً نحیف ونزار حضرت سُمیہؓ نے تعلیمات سے اللہ تعالیٰ کا وحدہٗ لاشریک ہونا پایا اور کیفیات سے وہ یقین پایا کہ بدبخت ابوجہل کے ہاتھوں یہ کہتے ہوئے شہادت قبول کر لی کہ جب دیکھ رہی ہوں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے تو پھر کسی کو اس کا شریک کیسے مان لوں۔درجہ صحابیت غیر انبیاء میں سب سے افضل درجہ ہے اور یہ میرے نبی اکرم ﷺ کا معجزہ ہے کہ ہر آنے والے مومن کو ایک نظر کرم سے نصیب ہوتا گیا اور یہ سلسلہ نظر قرونِ اولیٰ میں اپنی اپنی حیثیت سے جاری رہا مگر تبع تابعینؒ کے بعد کیفیاتِ باطنی کے لیے محنت ومجاہدہ درکار ہوا اور یہ شعبہ تصوف کے نام سے موسوم ہوا اور اس بحر میں نقوش قدم محمد ﷺ کو بوسہ دینے والوں کو صوفیاء کہا جانے لگا۔گزشتہ چودہ صدیوں میں ان صدری علوم کے حاملین میں بہت ہی عظیم نام ملتے ہیں اور اس خطہ زمین میں کہ جس کے ہم باسی ہیں، اللہ پاک نے اہل اللہ کو سبب بنایا کہ آج ہم پتھروں کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہیں۔حضرت علی ہجویریؒ، معین الدین چشتیؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ جیسی ہستیاں تو وہ ہیں جو زبان زدِ عام ہیں اور جانے کتنی ایسی ہستیاں ہیں کہ جن کے مدفن ظاہری آنکھ سے پوشیدہ ہیں مگر حقیقت منبع انوارات وبرکات ہیں۔

جمال ہمنشیں در من اثر کرد ۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آج تک کی تاریخ تصوف اس بات پر شاہد ہے کہ محنت ومجاہدہ ہو، مخلوق خدا کی تربیت یا کرامات اولیاء کی بات ہو رہی ہو، ایسی ایسی اولوالعزم ہستیاں ملتی ہیں کہ جن کی نظیر محال ہے مگر ایک حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کسی بھی صاحب حال سے ظاہری تربیت بھلے لاکھوں لوگوں نے حاصل کی ہو مگر ان سے کیفیات باطنی حاصل کرنے والوں کے نام دو چار ہی ملیں گے۔ہاں! مگر اہل اللہ کی اس عظیم جماعت میں دورِ حاضر کا ایک نام ایسا ہے کہ جن سے ہزاروں نے کیفیاتِ قلبی حاصل کیں اور وہ ہے مجددِ طریقت، قلزم فیوضات، بحر العلوم، حامل قرب عبدیت حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ 1904ء کو چکڑالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم کا نام ذوالفقار خان تھا۔آپ نسبی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد سے تھے۔عمر عزیز کی پہلی دو دہائیوں میں آپ نے ظاہری تعلیم کا عمومی حصہ پڑھا اور محکمہ جیل میں ملازمت اختیار کی۔صاحب جائیداد تھے، اوائل عمر میں ہی دینی تعلیم کی تشنگی محسوس کی اور اسی غرض سے ملازمت ترک کر کے حصولِ دین کے لیے سرگرداں ہو گئے۔درسِ نظامی، عربی، فارسی، صرف ونحو، منطق، تفسیر و حدیث، فنِ مناظرہ اور ردِ مذاہب باطلہ کی تعلیم کے حصول کے لیے چکوال، سرگودھا، بھیرہ حتیٰ کہ دہلی تک مختلف اساتذہ اور مدارس سے استفادہ فرمایا۔مفتی کفایت اللہؒ سے حضرت انور شاہ کاشمیریؒ تک پہنچ کر دین کے ظاہری پہلو پر دسترس حاصل کی اور ذاتی لائبریری قائم کی۔آپ کی سولہ کے قریب قابل قدر تحقیقی تصانیف ہیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر 31 پر)

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ O اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ O أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ O اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

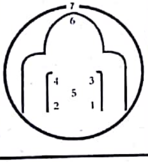

پہلا لطیفہ: بکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے: کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قلزم فیوضات حضرت العلاّم مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہ مَن وخاتمہ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

- گردِ سفر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- کون سی ایسی بات ہوئی ہے
- دل دروازہ
- نشانِ منزل
- سوچ سمندر
- دیدہ تر

غزل

یہ حسن بھلا خاک فقیروں کے یہاں ہے
گر ہے تو فقط آپ کا یہ حسن نظر ہے

ہم خود کو کبھی دل میں کوئی جا نہیں دیتے
سینے میں ہمارے تو مگر آپ کا گھر ہے

تو پیار کرے یا ہو خفا در پہ کھڑا ہوں
گر تیرے سوا اور کوئی ہے تو کدھر ہے؟

ہے دل کہ گراں ہاتھ نہیں مال سے آنا؟
ارزاں ہے مگر اس کا ثمر ایک نظر ہے

سیمابؔ کو دیکھا ہے ترے کوچے میں اکثر
مجنوں ہے یہ لیکن اسے تیری بھی خبر ہے

سیمابؔ اویسی

''دیدہ تر'' سے انتخاب

اَقوالِ شیخ

1- خلوص اور خشوع سے اطاعتِ الٰہی کا نام شکر ہے۔(المرشد، اگست 2013، صفحہ:11)

2- جو بندہ ہر کام میں حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو حضور ﷺ کا پرتو جمال اس کے دل میں آجاتا ہے۔(المرشد، جنوری 2013)

3- اسلام درحقیقت ایک قلبی کیفیت کا نام ہے اور اس کیفیت پر پورے دین کا مدار ہے۔
(اکرم التفاسیر، جلد:2، صفحہ:204)

4- اللہ کی کتاب اپنے اندر دائمی راہنمائی کی صلاحیت رکھتی ہے۔(اکرم التفاسیر، جلد:2، صفحہ:126)

5- قلب اپنی لطافتوں کی وجہ سے بے حد وسیع ہے۔ اللہ کا نور جو آسمانوں زمینوں میں نہیں سما سکتا وہ مومن کے قلب میں سما جاتا ہے۔(پمفلٹ اصلاحِ قلب اور ضرورتِ شیخ، صفحہ:5)

6- زندگی یہ ہے کہ بندہ اس دنیا میں جیتا ہو لیکن بستا آخرت میں ہو۔(المرشد 2015، صفحہ:39)

7- فنا فی الرسول سے مراد یہ ہے کہ انسان کی کوئی خواہش، کوئی چاہت اپنی نہ رہے وہ جو چاہے حضور ﷺ کی چاہت سے چاہے۔(نور و بشر کی حقیقت، صفحہ:1)

8- عبادت کا جو سب سے پہلا نتیجہ بندے کو نقد ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے دُنیوی امور میں وہ حق پر قائم ہو جاتا ہے۔(اکرم التفاسیر، جلد:9، صفحہ:124)

9- عمل میں صالحیت کی شرط یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہو اور نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔
(اکرم التفاسیر، جلد:1، صفحہ:194)

10- آج کا عہد اتنا نااہل ہو چکا ہے کہ وہ دین کے قابل نہیں رہا۔(بیان چٹی مسجد، 10-5-2015)

11- عقلمندی یہی ہے کہ دنیا کے کام شرعی حدود کے اندر کریں، اس میں آسانی بھی زیادہ ہے، برکت بھی، آرام بھی ہے اور اسی پر آخرت میں اجر بھی ہے۔(اکرم التفاسیر، جلد:9، صفحہ:34)

12- جہلاء وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت سے دُور ہیں خواہ کتنے پڑھے لکھے ہوں۔
(اکرم التفاسیر، جلد:9، صفحہ:68)

ماہانہ بیان

6 دسمبر 2015ء

دِلوں کو زندہ کیجیے

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا. وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا.

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ.

دارِ دنیا میں بے شمار قومیں بستی ہیں، ہر قوم کے لیے ان کے کچھ لیڈر بھی ہیں، کچھ قائد بھی ہیں، کچھ رہبر بھی ہیں، ان کے اپنے اپنے نظریات بھی ہیں، ان کے اپنے حقائق بھی ہیں تو دینِ حق میں اور باقی نظریاتِ باطل میں فرق کیا ہے؟ ہر فرقہ زبانی ایک عقیدہ رکھتا ہے، ایک دعویٰ رکھتا ہے اور اسی میں اپنے آپ کو شامل رکھتا ہے۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے

ہر قوم نے کوئی راستہ متعین کر رکھا ہے اپنا کوئی دین بنا رکھا ہوتا ہے، کوئی قبلہ گاہ بنا رکھی ہوتی ہے جس کی طرف وہ رجوع کرتے ہیں تو پھر اسلام میں، مسلمانوں میں اور ادیانِ باطلہ میں فرق کیا ہے؟ دنیا میں ظاہری طور پر بھی دیکھیں تو اقوامِ عالم کے کتنے لیڈر ہوئے ہیں، ماضی قریب کی تاریخ ہی دیکھ لیں۔ ماؤزے تنگ تھا، ہٹلر تھا، اسی طرح برطانیہ کے لیڈر رہے، دوسری اقوام کے تھے، امریکن تھے، ابراہیم لنکن وغیرہ۔ یہ ایسے لوگ تھے جو انقلاب آفرین تھے۔ انہوں نے لاکھوں لوگوں کو پیچھے لگایا اور تبدیلیاں لائے، ملک بنائے، حکومتیں بدلیں، انقلاب لائے، لوگوں کا طرزِ حیات اور نظریات بدل دیئے تو آخر انبیاء کرام میں اور ان لیڈروں میں فرق کیا ہے؟ یہ جتنی تبدیلیاں آپ کو نظر آتی ہیں غیر انبیا کی یہ صرف ذہنی اور زبانی ہوتی ہیں یہ دماغوں کو مسحور کرتے ہیں، لوگوں کو پیچھے لگا لیتے ہیں، دل تبدیل نہیں ہوتے، لوگوں کی خواہشات کو اُبھارا جاتا ہے۔

انسان میں بنیادی طور پر، تخلیقی طور پر دو قوتیں ایسی ہیں جو باقی تمام قوتوں پر غالب ہیں۔ قوتِ غضبیہ۔ یہ بہت طاقتور قوت ہے، بہت زیادہ غالب آنے والی قوت ہے۔ جب بندے کو کسی کے خلاف غصہ آئے یا نفرت ہو جائے تو وہ اسے تباہ کر دینا چاہتا ہے، مار دینا چاہتا ہے یا خود مر جانا چاہتا ہے۔ دوسری قوت تخلیقی طور پر انسان میں ہے، قوتِ شہوانیہ۔ لالچ کی، کچھ لینے کی کہ یہ بھی میں لے لوں، یہ بھی مجھے مل جائے، یہ بھی میرا ہو جائے۔ یہ دو قوتیں جو ہیں یہ انسان کو دنیا میں پاگل بنائے رکھتی ہیں اور آپ اگر ٹھنڈے دل سے تجزیہ کر کے اپنے اردگرد دیکھیں تو آپ کو ہر بندہ ان دو میں سے ایک کا شکار نظر آئے گا یا کسی کے خلاف ناراض ہو کر نعرے لگا رہا ہوگا یا کسی سے کوئی لالچ ہوگا تو گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگا رہا ہوگا۔ ان دنیوی لیڈرانِ کرام نے ان ہی قوتوں کا سہارا لیا، قوموں کو کسی کے خلاف بھڑکایا ان کی قوتِ غضبیہ کو ہوا دی یا پھر انہیں لالچ دیا کہ تمہیں یہ مل جائے گا، یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا۔ لوگ پیچھے لگ گئے، تبدیلیاں رونما ہوئیں، حکومتیں بدل گئیں، قوانین بدل گئے، عقیدے تک بدل گئے، لیکن پھر ہوا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ وہی قومیں ان ہی لیڈروں کو پھر گالیاں دیتی نظر آتی ہیں۔ چین میں ماؤزے تنگ کا نام لینا آسان

نہیں لوگ لڑ پڑتے ہیں، جرمنی میں ہٹلر کا نام لو تو لوگ تھپڑ مارتے ہیں، ابراہیم لنکن کو امریکیوں نے ہی قتل کر دیا تھا یعنی جب اس جال سے لوگ نکلتے ہیں، خواہشات کا وہ سحر ٹوٹتا ہے تو اس کا ردِعمل آتا ہے۔

انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صرف زبانی فلسفہ بیان نہیں کرتے وہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں۔ ایمان کیا ہے؟ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب، زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا یعنی وہ کیفیت دماغ تک نہ رہے دل میں اُتر جائے۔ لیکن دل زندہ ہو تو اس میں اُترے، دل زندہ ہو تو وہ سنے، دل زندہ ہو تو وہ سمجھے۔

انبیاءؑ کی برکات میں یہ ہوتا ہے کہ جو ان کے سامنے ایمان لاتا ہے اس کا دل ان کی ایک نگاہ میں زندہ ہو جاتا ہے۔ نہ صرف زندہ ہوتا ہے بلکہ سارے منازل طے کر کے مقام صحابیت سے سرفراز ہو جاتا ہے، وہ صحابیؓ بن جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی کیفیت کیا تھی، قرآن حکیم بیان کرتا ہے: ثُمَّ تَلِينُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللهِ (الزمر:23) ان کی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہو گیا۔ صدیاں بیت جاتی ہیں، زمانے بدل جاتے ہیں، عہد گزر جاتے ہیں لیکن انبیاءؑ کے ماننے والے ان کے نام پر جانیں نچھاور کرتے رہتے ہیں یہ فرق ہوتا ہے۔ جو لوگ زبانی اور ذہنی طور پر لوگوں کو قائل کر لیتے ہیں ان کے جذبات کو بھڑکا کر پیچھے لگا لیتے ہیں ان کا عرصہ محدود ہوتا ہے، جب لوگوں کو ہوش آتی ہے تو وہ بگڑ جاتے ہیں، تنقید کرتے ہیں، نفرت کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام دلوں کو مسخر کرتے ہیں اور جب دل زندہ ہوتا ہے تو عقلی اور دماغی سوچ کی جو خواہشات ہیں، قوت شہوانیہ اور غضبیہ پھر دل کے تابع ہو جاتی ہیں اور یہ ہی وہ معرکہ ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سر نہیں ہوتا۔ یہ خواہشاتِ نفس جو زندگی کا پورا نقشہ بناتی ہیں کہ انسان یا ساری زندگی نفرت کرتا رہتا ہے یا لالچ کرتا رہتا ہے۔ یہ دونوں پھر دل کے تابع ہو جاتی ہیں اور اس کا غصہ ذاتی بنیاد پر نہیں ہوتا۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ (الفتح:29) جن لوگوں کو یہ عظیم سعادت نصیب ہوئی کہ انہیں نبی کریم ﷺ کا ساتھ نصیب ہوا۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:29) ان کی قوت غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ ان کے تابع ہو گئی۔ وہ غصہ کرتے ہیں اللہ سے کفر کرنے والوں پر اس لیے نہیں کرتے کہ اس نے میرا یہ کام بگاڑ دیا یا اس نے میری توہین کر دی یا اس نے میرا مال چرا لیا، نہیں ان کا غصہ ہوتا ہے کفر کے خلاف۔ نفرت کرتے ہیں کفر سے، اور جہاں کوئی اللہ کا بندہ ملتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں یعنی قوتِ شہوانیہ، قوتِ غضبیہ ان کے تابع ہو جاتی ہیں، جہاں محل ہے وہاں استعمال کرتے ہیں، ان سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں کرتے۔ یہ اسلام ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ﷺ کلمہ اسلام ہے اس کے اقرار سے بندہ مسلمان ہو جاتا ہے لیکن اس کا اسلام مکمل تب ہوتا ہے جب دل بھی اس کو مان لے، اگر دل نہ مانے تو بظاہر وہ مسلمانوں کے زمرے میں دنیا میں تو شمار ہوتا ہے لیکن عنداللہ نہیں۔ زندگی میں اسے وہی حالات پیش آتے ہیں جو غیر مسلموں کو آتے ہیں۔ اسلام کے باہر غیر مسلموں کا مسئلہ کیا ہے ہر حال میں بے اطمینانی۔ کفر کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ عام آدمی سے لے کر اگر کوئی ملک کا بادشاہ بھی بن جائے وہ مطمئن نہیں ہوتا اس کی تسکین نہیں ہوتی، پھر وہ ہر وقت اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے جبکہ کائنات کا نظام اللہ کریم کے دستِ قدرت میں ہے اس میں وہ ہوتا ہے جو رب چاہتا ہے۔ ان کی ساری زندگی پریشانیوں کی نذر ہو جاتی ہے قصرِ صدارت میں رہتے ہیں لیکن نیند کی گولیاں نہ کھائیں تو نیند نہیں آتی، ملک پر حکمرانی کرتے ہیں لیکن دل خوش نہیں، پریشان ہوتا ہے۔

اب اگر مسلمان کا دل بھی زندہ نہ ہو اور ان حقیقتوں کو دل نہ مانے تو اس کی زندگی بھی ویسی ہی ہوگی۔ آج کا ہمارا مسئلہ ہی یہ ہے کہ ہر بندہ پریشان ہے، یہ نہیں ہوا، وہ نہیں ہوا، یوں ہو گیا، کیوں ہو گیا؟ کمال ہے، عجیب بات ہے۔ ہر ضلع کا ایک افسر ہوتا ہے جسے آج کل ڈی۔سی۔او کہتے ہیں۔ ضلع میں سیاہ و سفید کا کم و بیش وہ مالک ہوتا ہے، اگر کسی کی اس سے دوستی کرا دی جائے وہ دن میں صبح شام جب چاہے جا کر ڈی۔سی۔او سے مل آئے، بات کر آئے، کوئی مجبوری ہو

بتا آئے، کوئی ضرورت ہو بتا آئے، تو وہ بندہ مطمئن ہو جائے گا۔ وہ تو پھیل کر ایسا ہو جائے گا کہ مجھے کسی سے کیا ہے؟ مسلمان کو یہ نہیں کہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ پانچ مرتبہ اللہ کریم بلاتے ہیں، دن میں پانچ مرتبہ۔ صبح سو کر اُٹھتا ہے تو مؤذن اذان دے رہا ہوتا ہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ آجاؤ اللہ سے ملاقات کے لیے اللہ کی بارگاہ میں۔ وہ وضو کرتا ہے، لباس پاک کرتا ہے، قبلہ رو ہوتا ہے پھر جو الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں جو الفاظ اللہ کریم نے نازل فرمائے ہیں ان میں اللہ سے گفتگو کرتا ہے۔ وہ اتنے جامع ہیں اتنے جامع ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بات ان میں آجاتی ہے۔ پھر بھی اس کے ذہن میں اگر خلش رہ جائے کہ وہ بات بھی کرنی تھی۔ وہ بھی کرنی تھی تو سلام پھیر کے بیٹھ کے پھر ہاتھ اُٹھالیتا ہے جو بھی دل میں ہے کہہ ڈالتا ہے کہ میرا یہ کام بھی ہے، وہ مسئلہ بھی ہے۔ ملاقات ہوگئی، بات ہوگئی، شاباش مل گئی، حوصلہ مل گیا کہ جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (الحدید: 4) تم کسی حال میں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ کام پہ چلا گیا، دوپہر ڈھلی، وقفہ آیا، فرمایا: آجاؤ، آجاؤ! مجھ سے بات کرو پھر اس کے قاصد بلاتے ہیں پھر وہ سارا دہرایا جاتا ہے، بندہ اپنا دکھ سکھ کہتا ہے، اپنی ضرورتیں کہتا ہے، اللہ کریم اس کی باتیں سنتے ہیں، وہ جانتے ہیں لیکن انسان خود کہنا چاہتا ہے نہ بھی کہے تو اللہ جانتے ہیں۔ وہ کہتا ہے اچھا کہہ لے، تو اپنا دکھ درد بیان کر، تو اپنی بھڑاس نکال لے۔ پھر اسے یقین دلاتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں تو جا تگڑا ہو کر اپنا کام کر، چھٹی ہوگئی، عصر ہوگئی، فارغ ہوگئے۔ فرمایا پہلے میرے ساتھ مل پھر گھر جا، پھر گیا بارگاہِ الٰہی میں، پھر سارے دکھ سکھ کیے، مغرب ہوگئی، دن ڈوب گیا۔ فرمایا: آجاؤ پھر بات کرو، سارے دکھ سکھ کر کے عشاء ہوگئی پھر بلاوا آگیا، سونے سے پہلے میری بات سنتا جا اپنی کہتا جا مجھ سے۔ اب اس بندے کو کوئی پریشانی ہونی چاہیے؟ ہم یہ سارا کرتے ہیں تو ہم کیوں پریشان ہیں؟ اس لیے کہ ہم یہ رسماً کرتے ہیں۔ اس سارے میں ہمارا دل ساتھ نہیں ہوتا اگر دل ساتھ دے تو پریشانی اور مسلمان کا تو کوئی تعلق ہی نہیں، جو بندہ دن میں پانچ دفعہ اطمینان سے براہِ راست اللہ کریم کو سجدے کرتا ہے، رکوع کرتا ہے، باتیں کرتا ہے، دکھ سکھ کہتا ہے۔ وہ بڑے پیار سے اس کی سنتا ہے، اس پر رحمتیں نچھاور کرتا ہے، اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلاتا ہے۔ اتنا لمبا دن رات تو نہیں ہے، چوبیس گھنٹوں میں پانچ ملاقاتیں ہو جائیں اور بندہ پھر پریشان ہو تو اسلام کا، مسلمان کا پریشانی کا کوئی جوڑ نہیں بنتا لیکن ہم سب پریشان ہیں، کیوں پریشان ہیں؟ اس لیے کہ ہم رسمیں پوری کرتے ہیں، دل ساتھ نہیں دیتا ہم اللہ کی بارگاہ میں بھی آتے ہیں تو اکثر وضو پورا نہیں کرتے، چھینٹیں اُڑاتے، کوئی جگہ تر ہوئی، کوئی خشک رہ گئی، نماز میں آئے تو جلدی جلدی اُٹھے بیٹھے یہ جا وہ جا جو چند لمحے لگے وہ بھی پیچھے کوئی بات سوچتے رہے، نماز پڑھ لی، یہ یاد نہیں رہتا دو رکعتیں پڑھی ہیں، تین پڑھی ہیں، دو کی نیت کی تھی چار کی کی تھی، کچھ یاد نہیں۔ کیا یہ نماز ہے؟ جلدی جلدی اُٹھے بیٹھے ٹھونگے مارے، بھاگ گئے۔

ایک روایت ہے اَلْمُؤْمِنُ فِی الْمَسْجِدِ کَالسَّمَکِ فِی الْمَاءِ ایمان صحیح ہو تو مسجد میں بندہ ایسا خوش ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ وہیں رہنا چاہتا ہے وَالْمُنَافِقُ فِی الْمَسْجِدِ کَالطَّیْرِ فِی الْقَفَسِ منافق مسجد میں جائے تو جیسے پرندہ پنجرے میں چلا جاتا ہے وہ گھبرا جاتا ہے کہ کب نکلوں گا۔ ہم دیکھیں تو ہماری کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ہم مسجد میں جاتے ہیں، بھاگنے کی فکر ہوتی ہے، جلدی جلدی اُٹھے بیٹھے ٹھونگے مارے یہ جا وہ جا۔ اس سب کا علاج قرآنِ حکیم نے ذکرِ الٰہی تجویز کیا ہے۔ کائنات کے حقائق کو سمجھنے کا ذریعہ، عظمت باری کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ، عظمتِ پیمبر ﷺ کو جاننے کا ذریعہ، یہ ساری باتیں تب سمجھ میں آتی ہیں، آخرت کو سمجھنے کی بات، حساب و کتاب، جزا و سزا پہ ایمان، یہ ساری باتیں دل کے سمجھنے کی ہیں، دماغ کو ساری عمر سمجھاتے رہو وہ اسی میں لگا رہتا ہے۔ اب عیسائیوں کے عقیدے کو ہی دیکھ لیں جو انہوں نے گھڑ لیا ہے۔

یوں تو ہم عیسائیوں اور دیگر یورپی اقوام کی بہت تعریف

کرتے ہیں کہ ان کے ہاں بڑا انصاف ہوتا ہے۔ ان کے عقیدے کو دیکھیں یہ کون سا انصاف ہے کہ مخلوق تو بعد میں آ رہی ہے اور دو ہزار سال پہلے اکیس سو سال پہلے اللہ نے اپنے بیٹے (معاذ اللہ) کو دنیا میں بھیج کر اسے پھانسی دے دی، کس لیے؟ لوگ پیدا ہوں گے اور وہ گناہ کریں گے۔ یہی عقیدہ ہے عیسائیوں کا۔ اس میں کون سا انصاف ہے کہ گناہ تو الف ب ج کریں اور پھانسی ایک اور کو دے دو کہ چلو جی تمہارا کفارہ ہو گیا، گناہ کرنے والے آئیں گے تو گناہ کریں گے، سزا پہلے دے دو اور یہ جنہیں آپ کہتے ہیں بڑا انصاف کرتے ہیں یہ اس پہ مطمئن ہیں کہ یہ ٹھیک ہے۔ کیسے ٹھیک ہے؟ کفر اندھا کر دیتا ہے، حقیقتیں اس کی سمجھ میں نہیں آتیں۔

اللہ کریم نے ہم سب کو ذکر الٰہی کی توفیق دی ہے یہ اتنی آسان چیز نہیں ہے۔ ان بزرگوں کی داستانیں پڑھیں جنہوں نے ممکن حد تک روئے زمین میں سفر کیے اور تب کیے جب سفر بھی پیادہ پا تھے۔ اونٹوں گھوڑوں سے زیادہ کوئی سواری نہیں تھی تو لوگ اس کی تلاش میں کہاں کہاں نہیں پھرے اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو عمر بھر پھرتے رہے اور انہیں کوئی بندہ نہیں ملا جو قلب ذاکر کرا دیتا، وہ حسرت لیے ہوئے دنیا سے چلے گئے یہ اللہ کی مرضی۔ جو محنت کرتا ہے اسے وہ عطا بھی فرماتا ہے، طلب جہاں ہوتی ہے اس کی عطا بھی وہاں پہنچتی ہے۔

ہم حضرت جیؒ کے ہمراہ گجرات میں سفر کر رہے تھے تو سڑک کے کنارے چھوٹے چھوٹے ٹیلے سے تھے۔ مٹی کے ایک ٹیلے پر پرانی کوئی قبر تھی تو حضرتؒ نے فرمایا: گاڑی روکو، ہم رک گئے۔ تھوڑی دیر وہاں کھڑے رہے، فرمایا: چلو، ہم چل پڑے تو میں نے عرض کی حضرت جی کیا معاملہ تھا، آپ کیوں رکے؟ تو فرمانے لگے یہ جس کی قبر ہے ناں یہ کوئی پرانا قدیم بندہ ہے لیکن اس نے بہت تلاش کیا ہے، دنیا میں بڑا گھوما ہے لیکن اسے کوئی بندہ نہیں ملا جو اسے اللہ اللہ سکھاتا، اسی حسرت میں مر گیا۔ میں یہاں سے گزر رہا تھا تو مجھے من جانب اللہ القا ہوا کہ اسے ذکر کرا دیں تو میں نے اسے لطائف بھی کرائے ہیں، مراقبات ثلاثہ کرا دیئے۔ اب یہ اللہ کا نظام ہے، اس بندے کی طلب میں جان تھی۔ شاید سو سال، دو سو سال، تین سو سال، پانچ سو سال نجانے کتنی پرانی قبر تھی کوئی نہیں جانتا لیکن اس کے لیے اہتمام کر دیا۔ اس کی طلب صادق تھی، اللہ کو مقبول تھی۔ یہ ان لوگوں کو قدر ہے جو زندگی بھر تلاش کرتے رہے، پھرتے رہے، گھومتے رہے اور کوئی بندہ نہیں ملا جو یہ ذکر کروا دیتا۔ ہمیں تو مفت میں، تو میں نہیں کہوں گا بلکہ ہمیں تو یہ زبردستی دیا گیا ہے، ہمیں تو سوتے میں جگا کر، گھروں سے بلا کر اس کا قائل کر کے یہ زبردستی دیا جا رہا ہے۔ کہاں وہ لوگ جو حسرتیں لیے دنیا سے رخصت ہو گئے اور کہاں ہمارے جیسے بدکار جنہیں یہ زبردستی دیا جا رہا ہے اور پھر ہم اس کو نہ سمجھیں، اس کی اہمیت وقدر نہ جانیں اور پھر ہم بڑے او کھے ہوں اور بڑی مشکل میں ہوں تو یار کیا فائدہ! مشکلیں ہیں تو مشکل کشا بھی ہے۔ دن میں پانچ دفعہ اس کی بارگاہ میں جاتے ہو تو کرو ناں بات۔ مشکل کیا ہوتی ہے؟ مشکل انسان کی خواہش ہوتی ہے دنیا میں اور کوئی مشکل نہیں۔ جب ہم چاہتے ہیں میری خواہش کے مطابق ہو وہ اللہ کو منظور نہیں ہوتا۔ ہوتا ویسے ہے جیسے اللہ چاہتا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں مجھ پر مشکل آ گئی۔ یہ ہی مشکل ہے ناں! تو جب اس کی بارگاہ سے آشنائی ہوتی ہے تو یہ خواہش وآرزو نہیں رہتی پھر جو اس کی طرف سے آتا ہے وہ بھلا لگتا ہے تو مشکل نام کی تو کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ مشکل تو تب ہو کہ بندے کی آرزو ہو کہ ایسا ہو جائے، جب یہ تمنائیں اس کی رضا میں ختم ہو جائیں تو مشکل کیسی۔ دھوپ ہو الحمدللہ، برسات ہو الحمدللہ، گرمی ہو اس کا شکر ہے، بہار ہو اس کا احسان ہے۔ جب معاملہ اوپر چلا گیا تو ہماری تو فکر ہی ختم ہو گئی تو مشکل پھر کیسی ہے۔ نہ کرنے سے یہ رسماً کرتے رہنا بھی بہت بہتر ہے۔ مشکوٰۃ شریف حدیث شریف کی چھوٹی سی ایک کتاب ہے جس میں صحاح ستہ کا ایک طرح انہوں نے عرق کشید کر دیا ہے۔ ہر موضوع پر چیدہ چیدہ حدیثیں جمع کر دی ہیں۔ اس کی شرح لکھی گئی اس کا نام ہے مرقات شرح مشکوٰۃ۔ صاحب مرقات ایک دفعہ نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ سمندر کے کنارے پہنچے، پیچھے فرعون کا لشکر آ گیا، اللہ نے فرمایا اپنا عصاء سمندر پہ مارو۔ راستے بن گئے، پہاڑوں کی

طرح پانی کے ٹکڑے بن کر کھڑے ہو گئے، سمندر میں تو بڑی دلدل ہوتی ہے لیکن خشک ہو گیا، کوئی کیچڑ بھی نہیں رہا، بڑے مزے سے پار ہو گئے۔ فرعون لاؤ لشکر سمیت پیچھے داخل ہوا تو پہاڑ مل گئے، سارے لاؤ لشکر سمیت غرق ہو گئے، تباہ ہو گئے۔ فرعون کے دربار میں ایک مسخرہ ہوا کرتا تھا، شاہی درباروں میں اسی طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ موسیٰ کی زبان میں چونکہ لکنت تھی تو وہ موسیٰ کی طرح داڑھی بڑھا لیتا، آپؑ کی طرح کا کمبل کا لباس پہن لیتا، عصا پکڑ لیتا اور توتلی زبان میں باتیں کر کے موسیٰؑ کا مذاق اُڑاتا اور فرعون اور اہلِ دربار ہنسا کرتے تھے۔ تو صاحب مرقات لکھتے ہیں یہ سارا لشکر غرق ہو گیا تو موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ مسخرہ تو پانی سے باہر پار کنارے کھڑا ہے تو انہوں نے عرض کی بارالہا! یہ تو مجھے بہت ایذاء دیتا تھا تو یہ بچ گیا؟ ارشاد ہوا کہ یہ آپ کی نقل بنا ہوا تھا تو عظمت باری کو یہ پسند نہیں آیا کہ نقلی سہی لیکن موسیٰ کا حلیہ، فرعون کے ساتھ کیسے غرق کریں اس لیے اسے چھوڑ دیا۔ یہ اپنی سزا پالے گا لیکن اللہ کو یہ پسند نہیں آیا کہ نقلی موسیٰ بھی فرعون کے ساتھ غرق ہو۔ تو وہ کریم ہے ہم اگر نقل بھی کر رہے ہیں تو وہ قبول فرما لے اور اپنا انعام فرما دے اور معاف فرما دے تو یہ اس کا کرم ہے لیکن ہم جب ذکر الٰہی کرتے ہیں تو یہ کوئی ایک فرقہ نہیں ہے، کوئی ایک طبقہ نہیں ہے، کوئی ایک سیاسی جماعت نہیں ہے۔ اس کا کوئی مقصد حکومت لینا یا اقتدار لینا نہیں ہے، پیسہ جمع کرنا، چندے جمع کرنا نہیں ہے بلکہ دلوں کو روشن کرنا مقصود ہے، اور دل کی روشنی سے یہ مراد ہے کہ آپ جو بھی دین کی بات سنتے ہیں، قرآن کی آیت سنتے ہیں، نبی کریم ﷺ کی حدیث سنتے ہیں تو اس کی کیفیت دل پر وارد ہو۔ مراقبات کیا ہیں یہ ہی ہیں کہ اس پر تفکر ہو اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (البقرہ:162) وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَكَ یا اللہ تو توحید کی کیفیت دل پہ وارد ہو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید:4) بزبان روح پڑھیں تو معیتِ باری دل میں محسوس ہو۔ جہاں ہو، جس حال میں ہو، جس جگہ ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ سارے مراقبات میں کہیں تک چلے جائیں آیاتِ قرآنی کی کیفیت کو دل میں اُتارنا دل میں محسوس کرنا، دل میں یقین کرنا ہی مراقبہ ہے۔ تو اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہمیں زبردستی اس نے ذکر پہ لگا دیا، ہمیں گھروں سے جگا کر کام سے اُٹھا کر، بازاروں سے اُٹھا کر، سینما گھروں اور شراب خانوں سے اُٹھا کر مسجد میں لے آیا اور اللہ اللہ پہ لگا دیا۔ اس نے اتنا احسان فرمایا تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ میں جو رات دن محنت کر رہا ہوں اس کی حقیقت کیا ہے۔ کچھ مجھے محسوس ہوتا ہے، کچھ سمجھ آ رہا ہے، کچھ میری حالت بہتر ہوئی ہے، کچھ میں ٹھیک ہوا ہوں، کچھ میں سدھرا ہوں یا نہیں۔ یوں تو اللہ مہربانی کرے اس کا رسما کرنا بھی خالی نہیں جاتا۔ اگر موسیٰؑ کے نقال پر رحمت فرمائی تھی، کم از کم اتنی رحمت تو تھی کہ فرعون کے ساتھ غرق نہ کیا تو یہ تو اس کی عظمت ہے، اس کی رحمت ہے۔ ہمیں اللہ نے فرصت دی ہے، نہ جانے کب یہ وقت، یہ مہلت ختم ہو جائے تو دلوں کو زندہ کیجیے، ان کیفیات کو دلوں میں اُتاریئے۔ انسانی زندگی دونوں عالم میں اپنے نتائج پیدا کر رہی ہے، دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ ہم جو سوچتے ہیں جو بولتے ہیں جو کرتے ہیں ان پر نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ وہ اتنا کریم ہے، وہ فرماتا ہے اگر تم نے نیکی سوچی اس پر بھی انعام دوں گا، عمل کیا تو اور انعام دوں گا۔ برائی سوچی تو جب تک برائی کرو گے نہیں اس پر گرفت نہیں کروں گا۔ نیکی سوچی انعام دوں گا، اگر کسی وقت غلطی سے برائی سوچی تو سوچنے پہ گرفت نہیں کروں گا اگر برائی کرو گے تو گرفت ہو گی کتنی رعایتیں ہیں، کتنی آسانیاں اور کتنی رحمتیں ہیں اس کی اور ہم پھر بھی جب ملتے ہیں تو جو ملتا ہے وہ پریشان ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہم پھر کیوں پریشان ہیں؟ زندگی ایک حقیقت ہے اس میں دن بھی ہیں راتیں بھی ہیں، اس میں دھوپ بھی ہے چھاؤں بھی ہے، اس میں برساتیں بھی ہیں خشک سالیاں بھی ہیں، اس میں پھول بھی ہیں کانٹے بھی ہیں، اس میں صحت بھی ہے بیماری بھی ہے، اس میں امیری بھی ہے غریبی بھی ہے، اس میں جوانی بھی ہے بڑھاپا بھی ہے تو یہ سارے قدرت کے ترتیب دیئے ہوئے کردار ہیں جن میں سے ہمیں گزرنا ہے پھر اس میں پریشان ہونے کی

کیا بات ہے۔ آگے بڑھاپے میں پہنچ جاتا ہے، جوانی کے لیے رورہا ہے اور جس کے لیے رات ہوجاتی ہے وہ دن کے لیے پریشان ہے۔ بھئی رات بھی گزر جائے گی، دن آجائے گا رونے کی کیا بات ہے؟ بیماری آگئی ہے اللہ شفا بھی دے گا۔ اللہ سے شفا مانگو، اللہ تمہیں دن میں پانچ دفعہ بلاتا ہے بات کرو گزارش کرو۔

ایک حضرت بیان فرمارہے تھے کہ بیماری بھی اللہ کی رحمت ہے اس سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں۔ اسی محفل میں ایک بندہ آگیا اور اس نے عرض کی حضرت مجھے فلاں بیماری ہے میرے لیے شفا کی دعا کریں۔ اب جو حاضرین سن رہے تھے انہوں نے کہا کہ اب حضرت کیا کریں گے، یہ تو بیماری کی بڑی تعریفیں کررہے تھے کہ بیماری سے بھی بخشش ہوجاتی ہے، گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے تو اب کیا فرمائیں گے؟ تو انہوں نے ہاتھ اُٹھائے، دعا کی اور کہا اے اللہ! بیماری بھی تیری نعمت ہے لیکن یہ بندہ کمزور ہے اس کی برداشت نہیں رکھتا اسے صحت دے دے۔ تو بھئی دعا کا دروازہ تو کھلا ہے اگر آپ رات سے گھبرائے ہوئے ہیں تو دعا کرسکتے ہیں، یا اللہ اسے صبح کردے وہ قادر ہے چاہے تو کر بھی دے اس کے لیے کیا مشکل ہے۔ وہ تو ایسا قادر ہے کہ سب کے لیے رات رہے آپ کے لیے صبح روشن کردے وہ ایسا بھی کرسکتا ہے۔ تو اس طرف توجہ کیجیے، احباب کی توجہ اس طرف کم ہے ذکر بھی کرتے ہیں، محافل ذکر میں بھی جاتے ہیں پھر بھی جو آتا ہے پریشان ہی ہوتا ہے۔ کوئی تھوڑا سا پریشانیوں سے نکلیں یہ زندگی کے سارے مشاغل طے شدہ ہیں یہ اچانک نہیں ہوتے۔ صحت، بیماری، یہ اس کے فیصلے ہیں، جوانی بڑھاپا، اولاد ہونا نہ ہونا، اولاد کا نیک ہونا، نافرمان ہوجانا ایسا بھی ہوجاتا ہے۔ ہمارے سامنے حضرتؒ کی مثال ہے آپ کا ایک ہی بیٹا تھا آپ نے اسے پورا دینی کورس مکمل کرایا اور ظاہراً ایم۔اے تک تعلیم دلائی، دونوں پہلو تعلیم کے اس کے اتنے مکمل تھے۔ اس کی بدبختی، نافرمان نکلا۔ ساری زندگی حضرتؒ کو تنگ کیا حتیٰ کہ آخر میں اغوا کرلیا کہ انہیں قتل کردوں گا بڑی مشکلوں سے اور پولیس بھگا بھگا کر اس کی تحویل سے حضرتؒ کو برآمد کرایا گیا۔ کسی کا ایک ہی بیٹا ہو اور اس کا یہ حال ہو کتنا دکھ ہوتا ہے۔ کتنے ساتھی آپ میں جو حضرتؒ کے ساتھ رہے کبھی ان سے شکوہ سنا؟ کسی کو اس کا تھوڑا علم بھی ہے؟ کبھی حضرتؒ سے شکایت سنی؟ جب بھی بیٹھے اللہ کی بات ہورہی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی ہورہی ہے، دین کی ہورہی ہے، آخرت کی ہورہی ہے ورنہ اس سے بڑی پریشانی کیا ہوسکتی ہے کہ ایک ہی نرینہ اولاد ہو اور وہ بندے کے قتل تک کے درپے ہوجائے تو اس سے بڑی پریشانی کیا ہوتی ہے؟ حتیٰ کہ جب جائیداد تقسیم فرمائی۔ حضرتؒ نے زندگی میں جائیداد انتقال کروادی تھی تو جو اس کا حصہ بنتا تھا اس کے نام انتقال کروایا۔ کبھی پریشان نہیں ہوئے، کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا، کبھی شکایت نہیں کی۔ اس کے اپنے نصیب، اس کی اپنی قسمت، اس کے نصیب میں جو نہیں تھا، وہ نہیں ہوا۔ تو ان حقائق کو جاننے کی کوشش کیجیے، دلوں کو واقعی زندہ کیجیے اور دلوں کو اللہ کے روبرو کیجیے۔ نمازیں صرف اُٹھک بیٹھک تک نہیں کیجیے اس کے مفہوم کو سمجھئے، اللہ سے ملاقات کیجیے۔ کیا احسان ہے اللہ کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کا کہ ہر بندے کو اللہ کے روبرو کردیا تو کوشش کیجیے کہ یہ رسم نہ بن جائے کہ آپ کہیں کہ میں بھی حلقۂ ذکر میں جاتا ہوں، میں بھی جماعت کا ساتھی ہوں بلکہ یہ حقائق آپ کے دلوں میں اُتریں۔ اللہ آپ کے دلوں کو، سینوں کو روشن کرے، ان حقائق کو سمجھنے کی توفیق دے اور عطا فرمائے۔ آمین!

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ضرورت رشتہ

ہمارا بیٹا۔ عمر، 42 سال۔ انجینئر کیلئے باپردہ صوم وصلوٰۃ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے سلسلہ عالیہ سے منسلک ساتھیوں کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ: 0320-2203888 0323-4319663

سورة الانبیاء

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

حالات بشریت کے سبب اولیاء پر انکار کی مذمت:

قولہ تعالیٰ: هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الانبیا:3

ترجمہ: ''اس میں ان لوگوں کی بدحالی پر اشارہ ہے جو اولیاء اللہ پر محض اس وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ وہ عوارض بشریہ میں ان کے مشارک ہیں۔''

یعنی بعض لوگوں کا عمومی خیال ہے کہ اولیاء اللہ کوئی الگ مخلوق ہوتی ہے وہ جنگلوں میں رہتے ہیں نہ کھاتے پیتے ہیں نہ انہیں لباس کی ہوش ہوتی ہے وغیرہ فرمایا یہ سب فضول اور واہیات باتیں ہیں۔ جب انبیاء کے حق میں یہ فرمایا گیا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ یہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں۔ یہ بھی کھاتے پیتے ہیں۔ معاشرے میں اسی طرح رہتے ہیں، ان کے بھی بیوی بچے ہیں گھر ہیں سب کچھ ہے تو ولی اللہ کے لئے کیسے یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کی کوئی انسانی ضرورت نہ ہو۔

اس کا لباس پھٹا پرانا ہو جنگلوں میں رہتا ہو تو فرمایا لوگوں کا یہ خیال باطل ہے اولیاء اللہ بھی عام انسانی عوارض سے آراستہ ہوتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں، بیوی بچے گھر بار، بات صرف ان کے تعلق کی ہوتی ہے۔ باقی انسانی عوارضات ان میں بھی ہوتے ہیں۔

ذکر کا مزیل ظلمت ہونا:

قولہ تعالیٰ: بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ الانبیا:18

ترجمہ: بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے۔

''اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مداومت ذکر سے (جو کہ حق ہے) قلب سے ظلمت و تعلق ماسویٰ کا (جو کہ باطل ہے) جاتا رہتا ہے۔''

فرماتے ہیں اس آیت میں سالک کے لئے یہ اشارہ ہے کہ قلب میں جو ظلمت آ جاتی ہے، تاریکی آ جاتی ہے یا اللہ کے علاوہ چیزوں کی محبت سما جاتی ہے تو یہ سارا باطل ہے اور اللہ کا نام جو ہے یہ حق ہے۔ تو اگر ذکر قلبی کیا جائے اور مسلسل کیا جائے تو یہ ایسے ہے جیسے حق کو باطل پر مارا جاتا ہے تو وہ ظلمت اور اللہ کے علاوہ چیزوں کی محبت دل سے نکل جاتی ہے۔

مقربین کا مشابہ ملائکہ ہونا ذکر و عبادت سے ملول نہ ہونے میں:

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ الانبیا:19

ترجمہ: اور جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔

وَمَنْ عِنْدَهٗ کے عنوان سے جو کہ قرب کے لئے موضوع ہے حکم کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو حضرات مقربان بارگاہ ہیں

ان پر مثل ملائکہ کے ذکر وطاعت شاق نہیں ہوتا۔''

یہ ہے تو فرشتوں کے حق میں کہ جو اللہ کے مقرب ہیں یعنی فرشتے اس کی یاد سے نہ عار کرتے ہیں نہ اس کے ذکر سے تھکتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں سلوک کے لئے اس میں مسئلہ یہ ہے کہ جو بندے اللہ کے مقرب ہو جاتے ہیں پھر وہ اللہ کے ذکر سے تھکتے نہیں اور لوگ انہیں طعنے بھی دیتے رہیں تو وہ ذکر کرنے سے عار محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ ایک حدیث پاک کا مفہوم تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ کا ذکر اس طرح سے کرو حتی یقولوا: مجنون لوگ کہنے لگیں یہ پاگل ہو گیا ہے چھوڑو اسے یہ تو بیوقوف آدمی ہے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تو فرمایا اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے مقرب بندے جو ہیں وہ اس کی یاد سے تھکتے بھی نہیں بس نہیں کرتے اور کسی کی طعنہ زنی کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ کوئی کیا کہتا ہے کہتا رہے ان کا اپنا جو رابطہ ہوتا ہے اللہ سے وہ اس میں محو رہتے ہیں۔

تشبہ کاملین بر ملائکہ در تفویض:

قولہ تعالیٰ: بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ الانبیا: 27-26

ترجمہ: بلکہ بندے ہیں معزز وہ اس سے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔

''اس میں اشارہ ہے کہ یہی حالت کاملین کی تفویض میں ہوتی ہے۔''

تو یہ فرشتوں کے حق میں آیا ہے اور ارشاد باری ہے کہ وہ میرے مکرم اور معزز بندے ہیں حد سے بڑھ کر بات نہیں کرتے یا حکم الٰہی سے تجاوز نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں اہل اللہ میں بھی کاملین جو ہوتے ہیں ان کی حالت تفویض کی ہوتی ہے۔ یہ دو حالتیں ہیں تفویض اور تجویز۔ ہر بندہ ان دو میں سے ایک حالت میں ہے۔ تجویز یہ ہوتی ہے کہ بندہ خود سوچتا ہے کہ یہ کام ایسے ہونا چاہیے۔ پھر اگر ایسے ہو جائے تو بڑا خوش ہوتا ہے اور اگر اس کے خلاف ہو جائے تو پھر اس کا دل بیٹھنے لگتا ہے اور افسوس ہوتا ہے یہ تجویز ہے۔ تفویض یہ ہے کہ ہر بات اللہ کے ہاتھ میں دے جو اللہ کرتا ہے ٹھیک ہے۔ جو ہوتا ہے وہ ٹھیک ہے۔ اللہ کی طرف سے مصیبت آئے ٹھیک ہے آرام آئے ٹھیک ہے۔ مصیبت سے پناہ مانگتا رہے بخشش مانگتا رہے اور اگر آ جائے تو شکایت کوئی نہیں، کوئی بیماری آ جائے تو کوئی شکایت نہیں۔ تو فرماتے ہیں کاملین کا معاملہ تفویض کا ہوتا ہے وہ فرشتوں کی طرح اللہ کی بارگاہ کے منتظر رہتے ہیں ادھر سے جو فیصلہ ہوتا ہے اس پر خوش رہتے ہیں اور عام آدمی تجویز کی زندگی گزارتا ہے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ ویسا ہونا چاہیے وہ اس کی اپنی تجویز ہوتی ہے۔

مدار کار استعداد کا ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ الانبیا: 51

ترجمہ: اور ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو ان کی خوش فہمی عطا فرمائی تھی۔

''روح المعانی میں مِنْ قَبْلُ کی تفسیر میں ہے قبل البلوغ اور بقول بعض قبل الولادۃ جب کہ صلب آدم علیہ السلام میں تھے تو اس تفسیر پر آیت میں اس پر دلالت ہے کہ اساس اول استعداد اور فطرتاً اور یہ اس درجہ کی قوت رکھتی ہے کہ استعداد ایتاء کو ایتاء سے تعبیر فرمادیا۔ (گویا وہ قوت بجائے فعل کے ہے)''

ابراہیم علیہ السلام کے بارے بات ہو رہی ہے اور ارشاد باری ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ ہم نے ابراہیم کو ہدایت و رشد، خوش فہمی، اللہ کے احکام کو سمجھنا، ہدایت کی طرف یہ

سب پہلے سے دے رکھی تھی۔ تو فرماتے ہیں اس میں دو تعبیریں ہیں ایک تو بلوغت سے پہلے لیکن یہ بھی ہے کہ ولادت سے بھی پہلے آدم علیہ السلام کی پشت میں سے دے دی تو وہ فرماتے ہیں کہ جو فطری سعادت یا خوش بختی ہوتی ہے تخلیقی طور پر وہ غالب آ جاتی ہے انسان پر اس کے کردار اور اس کے فکر اور اس کے کردار میں تو یہ جو خوش بخت لوگ ہوتے ہیں اہل اللہ فطری طور پر سعید ہوتے ہیں اس بات کی قدر کی جانی چاہیے۔

اعیان ثابتہ:

قولہ تعالیٰ: وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ الانبیا:51

ترجمہ: اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔

''اس میں ایک گونہ اس طرف اشارہ ہے کہ اشیاء اپنے کمالات کے ساتھ مرتبہ علم الٰہی میں متصف ہیں اور اس مرتبہ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔''

وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ہم انہیں خوب جانتے تھے تو فرماتے ہیں اس میں یہ ثابت ہے کہ ہر شئے کے بارے اللہ کو پہلے سے علم ہے۔ جبکہ دنیا میں ہر شئے میں تغیر آتا رہتا ہے جیسے طفولیت، لڑکپن، پھر جوانی، پھر بڑھاپا۔ درخت، شجر و حجر، دریا، چشمے، ابلتے ہیں، بنتے ہیں، پھیلتے ہیں اور انہیں اصطلاح میں اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ وہ وجود جو ثابت نہیں ہوا اللہ کا علم ایسا کامل ہے کہ پہلے سے ہر چیز کی خوبی خامی کمی بیشی ہر حال جو ہے وہ علم الٰہی میں پہلے سے ثابت ہے۔

متعارف تصور شیخ پر انکار:

قولہ تعالیٰ: مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ الانبیا:51

ترجمہ: کیا مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔

''چونکہ تماثیل اصنام کے ساتھ خاص نہیں اور اسی طرح عکوف بھی پرستش کے ساتھ خاص نہیں، چنانچہ حضرت علیؓ نے شطرنج کھیلنے والوں پر اس آیت سے رد فرمایا۔ اس لئے اس آیت سے مولانا شہیدؒ نے اس تصور شیخ کے منکر ہونے پر استدلال فرمایا ہے جو غلاۃ صوفیہ میں متعارف ہے۔ باقی جس میں نہ مقصودیت مستقلہ ہو اور نہ اس پر عکوف ہو بلکہ مثل دوسرے محبوبات کے غلبہ محبت کے وقت اس کا خیال کرنے لگے اور جب وہ زمین سے غائب ہونے لگے اس کے ابقاء کا اہتمام نہ کرے تو کچھ حرج نہیں۔''

ابراہیمؑ ہی کا یہ قول ہے کہ اپنی قوم سے انہوں نے کہا، یہ کیا تم نے مورتیں گھڑ رکھی ہیں اور ان کے آگے رکوع سجود میں اور سجدے میں پڑے ہو، جھکے پڑے ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ اس میں بتوں کے ساتھ یہ خاص نہیں، یہ پرستش کے ساتھ خاص نہیں حضرت علیؓ نے شطرنج کھیلنے والوں پر بھی اسی آیت سے رد فرمایا۔ حضرت علیؓ نے شطرنج کھیلنے والوں پر بھی یہ آیت چسپاں کی اور فرمایا کہ تم شطرنج کی محبت میں وقت کی قیمت بھی بھول گئے اور اللہ کی یاد کی قیمت بھی بھول گئے تو جس طرح بت پرست بت پرستی میں اللہ کی یاد کو بھول کر اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاتا ہے تم اپنا وقت شطرنج کو اور ایک فضول کھیل کو دے رہے ہو تو اگر شطرنج پر اور اس پر یہ استدلال ہے تو یہ فلم بینی پر اور ان تماشوں پر کیا ہوگا۔ تو فرماتے ہیں یہ جو غالی صوفیوں نے تصور شیخ بنا رکھا ہے کہ پہلے اللہ کی بجائے دل میں شیخ کا تصور کرو، اس پر پڑے رہو، اس پر اللہ اللہ کرتے رہو رفتہ رفتہ اللہ تک پہنچے گا۔ فرمایا حضرت اسمٰعیل شہیدؒ نے بھی اس آیت سے اس کا رد فرمایا ہے کہ کسی کا بھی تصور کر کے اس کے آگے الحاح وزاری کرنا یہ بت پرستی ہے۔ ہاں شیخ سے محبت ہونا ہر وقت اس کا خیال رہنا وہ ایک تعلق محبت کا ہے۔ اگر یہ سمجھنا کہ شیخ کا تصور کروں گا تو پھر میری مدد کرے گا وہ میری مصیبتوں سے مجھے بچائے گا وہ مجھے اللہ کے قریب لے جائے گا فرمایا یہ شرک ہے۔ یہ وہی بات ہے جو بت پرست کرتے تھے۔ ایسا تصور شیخ درست نہیں ہے۔ ہمارے سلسلے میں تو الحمد للہ ہے ہی نہیں۔ حضرت نے کلی طور پر اس کی نفی کر دی تھی تو فرماتے ہیں

ہاں مثل دوسرے محبوبات کے غلبہ محبت شیخ کا خیال کرنے لگے اور اس کے بقاء کا اہتمام نہ کرے۔ شیخ سے محبت ہو اس کا خیال آجائے وہ الگ بات ہے لیکن محبت میں بھی یہ اہتمام نہ کرے کہ ہروقت شیخ کا ہی خیال رہے یہ درست نہیں طبعاً فطری طور پر جو آجاتا ہے وہ آسکتا ہے۔

اتباع شیخ میں غلو کی مذمت:

قولہ تعالیٰ: قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ الانبیا:54

ترجمہ: ابراہیمؑ نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادا صریح غلطی میں ہو۔

''آیت ان لوگوں کی بدحالی کا اظہار کرتی ہے جو اپنے دنیوی یا دینی اکابر کے اتباع میں غلو کرتے ہیں جیسے کہ کثرت سے جہلاء کا شعار ہے۔''

ہوتا یہ ہے کہ ہم جس طرح بزرگوں سے وراثت لیتے ہیں اسی طرح وراثت میں ان کا کردار بھی لیتے ہیں۔ اور دین بھی وراثت میں منتقل ہوا ہے۔ دین بھی موروثی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے لیا، ان سے تابعینؒ، تبع تابعینؒ نے۔ تو نسل درنسل دین میں بھی نہ کوئی نئی بات داخل کی جاسکتی ہے نہ کوئی بات نکالی جاسکتی ہے۔ دین بھی موروثی ہے لیکن صرف موروثیت پر جم جانا یہ درست نہیں ہے۔ دین میں یہ شرط ہے کہ ہم وہ کام کریں جو خیر القرون سے، نبی اکرم ﷺ سے، آپ کے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، تبع تابعینؒ سے سلف صالحین سے ثابت ہے اور جن کے ساتھ کوئی شرعی دلیل ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ اگر بزرگوں سے کوئی غلطی ہوجائے تو باقی قوم پیچھے غلطی کرتی چلی جائے۔ اگر باپ دادا سے کوئی غلطی ہوجائے تو ہم وہ غلطی اپنا شعار بنالیں۔ تو اکثر جہلا جو حضرت نے لفظ استعمال فرمایا ہے تو جاہل ہر گناہ کو جہالت کہتے ہیں اور ہر گناہ گار جاہل ہوتا ہے خواہ وہ پڑھا لکھا ہو۔ لیکن گناہ فی نفسہٖ جہالت ہے۔ تو اتباع تو متقدمین کا ہوگا لیکن حق میں جو بات کتاب اللہ سے سلف صالحین سے ثابت ہے اس میں اتباع ہوگا۔ جو بات شرعی طور پر ثابت نہیں ہے محض ہمارے بزرگ کرتے تھے مسلمانوں میں بے شمار رواجات اور رسومات ایسی ہیں جو محض لوگوں نے بطور رواج اپنائے اور اگلوں نے اسے اپنایا ہوا ہے بلکہ دینی عبادات اور امور میں بھی بدعات داخل ہوگئی ہیں اس لئے کہ وہ ہمارے بزرگ ہمارے آباء واجداد کرتے تھے۔ فرمایا یہ کوئی دلیل نہیں ہے باپ دادا سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ دلیل بھی شرعی ہونی چاہیے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ علیہم اجمعینؓ اور تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور سلف صالحینؒ سے ثابت ہونی چاہیے۔

اصل توریہ بعض اکابر:

قولہ تعالیٰ: قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا الانبیا:63

ترجمہ: بلکہ ان کے اس بڑے نے کی۔

''بعض بزرگوں سے کسی مصلحت دینیہ کے سبب توریہ منقول ہے۔ یہ اس آیت کی اصل ہے۔''

حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سارے بت توڑ دیئے اور ان کا سب سے بڑا بت جو تھا اسے توڑا نہیں اس کے کندھے پر اپنا کلہاڑا رکھ دیا وہ آئے تو انہوں نے کہا یہ کس نے کیا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ جو کلہاڑا لے کر کھڑا ہے اس نے مارا ہوگا۔ بزرگوں سے کسی مصلحت دینیہ کے سبب توریہ منقول ہے۔ یہ آیت اس کی اصل ہے یعنی کوئی ایسا جملہ بول دینا جس میں کسی کا کوئی نقصان نہ ہو لیکن وہ سچ بھی نہ ہوا سے توریہ کہتے ہیں۔

یہ حضرت نے تو لکھ دیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ تو نظر آرہا تھا۔ بت پرست بھی جانتے تھے کہ بت کیا توڑے گا وہ تو حضرت ابراہیمؑ نے اتمام حجت کے لئے کہا تھا کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو

اور ان کو معبود سمجھتے ہو، اپنی حاجات ان سے مانگتے ہو، اپنی مصیبتوں میں ان کی پناہ مانگتے ہو، ان پر اتنی مصیبت آئی ان کے اپنے ٹانگ بازو ٹوٹ گئے، ناک بازو کاٹ دیئے گئے، ان کو کلہاڑوں سے مار دیا گیا اور ایک جو کلہاڑا لے کر کھڑا ہے اس سے بات تو کرو۔ تو ایک دلیل تھی بتوں کے بے جان اور غیر موثر ہونے پر۔ یہ تو بت پرست بھی سمجھ رہے تھے کہ بتوں نے بتوں کے کیا کام آنا ہے؟ تو انہوں نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ آپس میں بات بھی نہیں کر سکتے بول ہی نہیں سکتے تو پھر حضرت نے فرمایا اچھا تو ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ خود کو بچا سکتی ہیں نہ تمہارا کوئی نفع نقصان کر سکتی ہیں تو یہ تو رہ نہیں بتایہ تو ایک دلیل تھی ان کے عاجز ہونے پر۔ بت پرست بھی جان رہے تھے۔ بت پرستوں نے بھی کہا کہ آپ کو تو خبر ہے یہ بے جان بت ہیں یہ تو بات کر نہیں سکتے یہ ہمیں کیا بتائیں گے؟

نافرمانوں سے سختی کی اصل:

قولہ تعالیٰ: اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الانبیا:67

ترجمہ: تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔

بعض بزرگوں کی عادت ہے کہ مبغوضین فی اللہ کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں۔ یہ آیت اس کی اصل ہے۔''

یعنی بعض بزرگوں کا رویہ ہوتا ہے کہ برے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں تو فرمایا یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کفار سے فرمایا کہ تف ہے تم پر اور جن کو تم پوجتے ہو ان پر۔

تطیر خارق برودت نار:

قولہ تعالیٰ: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ الانبیا:69

ترجمہ: ہم نے حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں۔

''بعض بزرگوں سے بھی ایسی کرامتیں منقول ہیں وہ اس قصہ کی نظیر ہیں۔''

یہاں بہت سی چیزیں ملتی ہیں جو اس کی تفسیر و تعبیر میں نقل کر دی گئی ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ جو درخت جل رہے تھے ابراہیمؑ وہاں گرے تو وہ لکڑیاں سرسبز درخت بن گئیں، پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، درمیان میں باغ بن گیا، ارد گرد آگ تھی۔ اس طرح کی بہت سی باتیں ملتی ہیں لیکن قرآن کریم جو بات ارشاد فرما رہا ہے وہ بڑی سادہ سی ہے قُلْنَا يٰنَارُ اللہ کریم نے فرمایا کہ اے آگ یعنی درختوں کو سرسبز ہونے کا حکم نہیں دیا جا رہا۔ آگ کو بجھنے کا حکم بھی نہیں دیا جا رہا کہ بجھ جا ٹھنڈی ہو جا۔ فرمایا بَرْدًا ہمیشہ سے جب سے تو پیدا ہوئی ہے تو جلاتی رہے گی لیکن آج تو اپنا اثر بدل دے۔ آج تو ٹھنڈی ہو جا اور وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی کا سبب بن جا تو آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آگ تو جلتی رہی لیکن ابراہیمؑ کو بجائے جلانے کے خوب صورت اور پر لطف ٹھنڈک پہنچاتی رہی۔

اس آگ کا اثر ان کے لئے ویسا ہو گیا۔ ذات باری آگ کو براہ راست حکم دے رہی ہے اور وہ قادر ہے اسباب وہ پیدا کرتا ہے تو نتائج بھی وہ خود پیدا کرتا ہے۔ تو اس نے آگ کو حکم دیا کہ جلانے کی اپنی عادت کو تو آج میرے خلیل کے لئے بدل دے آج میرے خلیل کو جھولے جھلا، بہترین خوشبو پہنچا، ٹھنڈی ہوا پہنچا اور آج اپنے مزاج کے بالکل خلاف برتاؤ کر اور صرف ابراہیمؑ کے ساتھ لکڑیاں تو جلتی رہیں لکڑیاں بجھانے کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔

اکرم التفاسیر

سورۃ القصص آیات نمبر 61 تا 75

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰہُ وَعْدًا حَسَنًا فَھُوَ لَاقِیْہِ کَمَنْ

بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پس وہ اس (وعدہ کی چیز) کو پانے والا ہے

مَّتَّعْنٰہُ مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ثُمَّ ھُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ

اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے محض دنیا کی زندگی کا (چند روز) کا فائدہ دے رکھا ہے؟ پھر وہ اُن

الْمُحْضَرِیْنَ ۝ وَیَوْمَ یُنَادِیْھِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ

لوگوں میں ہوگا جو قیامت کے دن (بطور مجرم ہمارے سامنے) پیش کیے جائیں گے اور جس روز (اللہ) اُن کو

شُرَکَآءِ یَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِیْنَ

پکار کر فرمائیں گے میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے۔ تو جن لوگوں پر

حَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ج

(عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا کہیں گے اے ہمارے پروردگار یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا

اَغْوَیْنٰھُمْ کَمَا غَوَیْنَا ج تَبَرَّاْنَآ اِلَیْکَ ز مَا کَانُوْٓا

ہم نے اُن کو ویسا ہی گمراہ کیا تھا جیسا ہم خود گمراہ تھے ہم آپ کی طرف متوجہ ہو کر اُن سے

اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ۝ وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَکَآئَکُمْ

بیزار ہوتے ہیں (اور) یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔ اور ارشاد ہوگا اپنے شریکوں کو بلاؤ

فَدَعَوْھُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَھُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ج

چنانچہ وہ اُن کو پکاریں گے تو وہ اُن کو جواب بھی نہ دیں گے اور (اُس وقت) یہ لوگ عذاب (اپنی آنکھوں سے)

لَوْ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَھْتَدُوْنَ ۝ وَیَوْمَ یُنَادِیْھِمْ

دیکھ لیں گے اے کاش (دنیا میں) یہ لوگ راہ راست پر ہوتے۔ اور جس دن ان (کافروں)

فَیَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ فَعَمِیَتْ

سے پکار کر پوچھیں گے تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟ تو وہ اُس روز

عَلَیْھِمُ الْاَنْبَآءُ یَوْمَئِذٍ فَھُمْ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝

تمام مضامین سے اندھے ہو جائیں گے پھر وہ آپس میں بھی پوچھ نہ سکیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓی اَنْ

پس جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے تو اُمید ہے کہ وہ

یَّکُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ ۝ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ

(آخرت میں) فلاح پانے والوں میں ہوں گے۔ اور آپ کا پروردگار جس چیز کو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے

وَیَخْتَارُ ط مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ ط سُبْحٰنَ اللّٰہِ

اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ فرما لیتا ہے۔ اُن (لوگوں) کو اس کا اختیار نہیں۔ یہ جو شرک کرتے ہیں

وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ

اللہ اُس سے پاک اور بلند تر ہے۔ اور آپ کا پروردگار سب چیزوں کو جانتا ہے

صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝ وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ

جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی

اِلَّا ھُوَ ط لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ ز وَلَہُ

معبود نہیں۔ اُسی کے لیے ہیں سب خوبیاں دنیا اور آخرت میں اور اُسی کی

الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ

حکومت ہے اور تم سب اُسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ اُن سے کہیے کہ دیکھو اگر اللہ

اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

تم پر ہمیشہ قیامت تک رات ہی رہنے دیے

مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ ط اَفَلَا

تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو روشنی لادے۔ تو کیا

تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ

تم (دلائل کو) سنتے نہیں؟ فرما دیجیے کہ بتاؤ بھلا اگر اللہ قیامت تک
النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ
ہمیشہ تم پر دن ہی رہنے دیں تو اللہ کے سوا کون سا
اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا
معبود ہے جو تمہارے لیے رات کو لے آئے جس میں تم آرام کرسکو پھر کیا تم
تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ
(شاید قدرت کو) دیکھتے نہیں اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات
وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
اور دن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور (دن میں) اُس (اللہ) کی روزی تلاش کرو
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ
اور تاکہ تم شکر کرو اور جس دن (اللہ) ان کو پکار کر فرمائیں گے
اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا
کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے؟ اور ہم ہر
مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
اُمت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے پھر فرمائیں گے اپنی دلیل پیش کرو
فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝
تو وہ جان لیں گے کہ حق بات اللہ کی ہے اور جو کچھ وہ گھڑا کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہے گا۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ. (61)

فرمایا: یہ سوچو! جس سے ہم نے وعدہ فرمایا ہے اپنی عطا کا، اپنی مہربانی، اپنے کرم کا، اپنے انعامات کا، بہت خوبصورت وعدہ کیا ہے، بہترین نعمتوں کا وعدہ کیا ہے فَهُوَ لَاقِيْهِ اور وہ ان شاء اللہ اس وعدے کو پانے والا ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اللہ کے نبیؐ کا اتباع کرتا ہے اور اس کے ساتھ جس خوبصورت آخرت کا وعدہ ہے وہ اُس کو پانے والا ہے۔ دوسرا وہ ہے كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جس کو ہم نے دنیا کی دولت تو دے دی ہے لیکن وہ اللہ کی اطاعت اور اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت نہیں کر رہا۔ دنیا کی دولت چھوڑ کر مرجائے گا هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ. (61) اور روزِ محشر مجرموں کی صف میں جوابدہی کے لیے کھڑا ہوگا۔ دونوں میں سے کون بہتر ہے، تم کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہو، تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ ایک شخص ہے جو اللہ پر ایمان لایا، اللہ کے وعدوں پر یقین کیا، اللہ کے نبیؐ کا اتباع کیا، حلال رزق کمایا، محنت سے کمایا، آرام سے کھایا، جائز جگہ پر خرچ کیا تو اُس سے اللہ کا آخرت کی بہتری کا اور جنت کا وعدہ ہے۔ وہ اپنے وعدے کو پالے گا۔ جو دنیا کے مال و دولت، دنیوی راحتوں سے بے شمار، بے پناہ بلند و عالی درجہ جنت میں پالے گا وہ اچھا ہے یا جس کو دنیا ملی اور اللہ کی یاد بھول گیا، برائیاں کرتا رہا، عیاشی کرتا رہا وہ اچھا ہے؟ دنیا کے چند سال عیاشی کے تھے پھر دنیا چھن گئی، آخرت میں مجرموں کی صف میں جوابدہی کے لیے کھڑا ہوگیا۔ سو کون بہتر ہے، تم کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ. (62) وہ بہت سخت دن ہوگا۔ اعلان کروایا جائے گا کہ اللہ کے علاوہ تم جن سے اُمیدیں رکھتے تھے، جنہیں تم نے معبود بنالیا تھا انہیں بلاؤ۔ جس کی اطاعت کی جائے وہی معبود ہے اور خلافِ شریعت جس کی اطاعت ہوگی وہی بت ہوگا کیوں کہ شریعت اللہ کی اطاعت ہے، اللہ کے نبیؐ کی اطاعت ہے اور نبیؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ کوئی نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، وہی فرماتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا نبیؐ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کے حکم کے خلاف کسی دوسرے سے بھلائی کی اُمید پر اس کی اطاعت کرنا اُس فرد کی عبادت ہے۔ عہدِ حاضر کے مسلمانوں کے لیے یہی سبق ہے کہ جن لوگوں سے تم اُمیدیں رکھتے تھے وہ امریکہ، وہ یورپی یونین، وہ آئی۔ایم۔ایف (I.M.F) وہ کہاں ہے؟ بلاؤ انہیں جن کو خوش رکھنے کے لیے تم اللہ کی نافرمانی کرتے تھے، انہیں بلاؤ تو سہی!

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا جو مجرم ثابت ہو چکے ہوں گے جنہیں دوزخ نظر آ رہی ہوگی وہ پھر اپنے بڑوں کو ملامت کریں گے کہ یا اللہ! ہمیں تو انہوں نے مروا

دیا۔ یہ ہمارے حکمران تھے یہ ہمارے وزیر اعظم تھے، یہ ہمارے صدر تھے، یہ ہمارے گورنر تھے یہ ہمارے وزراء تھے، یہ ہمارے پیر صاحبان تھے، یہ ہماری مولوی تھے، یہ سارے اُسی طرف بھاگ رہے تھے ہم بھی ان کے پیچھے اُدھر ہی چلے گئے اور وہ کہیں گے اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا۔ یا اللہ! ہم کیا کرتے جو ہماری سمجھ میں آیا ہم نے انہیں وہی بتایا، ہم خود گمراہ تھے انہیں ہدایت کیسے دیتے؟ ہم گمراہ تھے تو انہوں نے ہم سے گمراہی ہی لینی تھی، اپنی مرضی سے لیتے رہے، ہم نے ان پر کوئی جبر تو نہیں کیا۔ یہ اپنی مرضی سے لیتے رہے، تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ز مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ (63) اللہ، ہم آپ کی طرف آتے ہیں ہم ان سے بیزار ہیں۔ یہ ہماری اطاعت ہماری پوجا، ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، اپنی اغراض کے لیے چمٹے رہتے تھے، اپنے نفس کی خواہشات کے لیے چمٹے رہتے تھے۔ یہ اپنے نفس کی، خواہشات کی پوجا کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اپنا راہنما اس لیے بنایا ہوا تھا کہ یہ سمجھتے تھے کہ اس طرح فائدے ملیں گے، لذتیں ملیں گی۔ یا اللہ! یہ ہماری نہیں اپنے نفس کی پوجا کرتے تھے۔ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ پھر ان سب کو کہا جائے گا لیڈروں کو بھی اور پیروکاروں کو بھی کہ اللہ کے علاوہ جن سے تمہیں اُمیدیں تھیں کہ یہ ہماری مدد کرے گا، یہ ہمیں پیسے دے گا، یہ ہماری فوجی امداد کرے گا، یہ وہ کرے گا۔ ذرا ان کو بلاؤ کہ یہ تمہاری مدد کریں۔ فَدَعَوْهُمْ انہیں پکاریں گے کہ بھئی کہاں ہو؟ ہم تو تمہارے لیے یہ سب کچھ کرتے رہے، تم کہاں ہو؟ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا کوئی نہیں سنے گا وہ لوگ مصیبت میں پھنسے ہوئے ہوں گے ان کی کون سنے گا؟ وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور اب عذاب ان کے سامنے ہوگا، سوائے عذاب میں جانے کے کوئی راستہ، کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ کیا ہی اچھا ہوتا انہوں نے دنیا میں ہدایت کا راستہ چن لیا ہوتا، دنیا میں دامانِ نبوت تھام لیا ہوتا۔ دنیا میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ہم سب سے پوچھیں، اعلان کرا دیا جائے گا يُنَادِيْ منادی کردی جائے گی، پوچھا جائے گا مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ (65) میرے رسولوں کو تم نے کیا جواب دیا؟ ہم سے پوچھا جائے گا، تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا کیا جواب دیا، کیا آپ ﷺ کا اتباع کیا یا کسی اور کے پیچھے چلتے رہے؟ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ اور قیامت کا دن اتنا سخت ہوگا جہنم سامنے ہوگی، عذابِ الٰہی سامنے ہوں گے تو ان کے ہوش گم ہوں گے جو دنیا میں بہانے کرتے ہیں وہاں ان کے پاس کوئی بہانہ بھی نہیں ہوگا۔ اس قابل بھی نہیں ہوں گے کہ ایک دوسرے سے پوچھ سکیں کہ ہم کیا کرتے، ہم کیا کہتے تھے؟ کسی کو کسی کا ہوش نہیں ہوگا۔ گم سم کھڑے ہوں گے، کسی کو کچھ بتانے کے قابل بھی نہیں ہوں گے۔

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ لیکن اس سب کے باوجود تمام کوتاہیوں، تمام گستاخیوں، تمام بے ادبیوں، تمام نافرمانیوں اور تمام گناہوں کے باوجود جب تک یہ دنیا میں رہے میں نے بابِ توبہ ان کے لیے کھلا رکھا۔ اس کے کرم کی کوئی حد ہے یہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ وہ کتنا کریم ہے، اُس نے کوئی قدغن نہیں لگائی کہ کس نے کیا جرم کیا ہے، کتنے گناہ کیے ہیں، کوئی گناہ اس کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتا۔ ہم نے بابِ توبہ کھلا رکھا کہ جب کبھی کسی کو احساس ہو جائے وہ توبہ کر لے، آئندہ نیکی اختیار کر لے، ہم اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیں گے۔ توبہ کیا ہے؟ توبہ یہ ہے مَنْ تَابَ جس نے توبہ کی وَاٰمَنَ ایمان درست کیا، توبہ یہ ہے کہ پہلے عقیدے کی خرابی کو دُور کر لے عقیدہ وہ رکھے جو اللہ، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے اور رسومات کو چھوڑ کر حقائق کو قبول کر لے وَعَمِلَ صَالِحًا پھر اپنے کردار کی اصلاح کرے۔ یہ نہیں کہ توبہ توبہ کہتا رہے اور گناہ بھی کرتا رہے۔ توبہ یہ ہے کہ عقیدے کی اصلاح کرے عمل کی اصلاح کرے تو اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ بھی فلاح پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ وہ بھی ان بھلائیوں کو پالے گا جو بڑے بڑے نیک لوگوں کو نصیب ہوں گی، نہ صرف اس کے گناہ معاف کر دیں گے بلکہ قرآن کریم میں ہے: يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان: 70) ہم اس کے گناہوں کو نیکیوں

میں بدل دیں گے۔ اس نے گناہ کیے ہیں ہم اسے نیکیوں کا اجر دیں گے یہ تو اس کے کرم کی انتہا ہے، اس کے کرم کی ایک جھلک ہے، ایک انداز ہے۔ وہ یہ نہیں پوچھتا تو نے کیا گناہ کیا ہے۔ بخاری شریف میں ایک واقعہ ہے، کوئی شخص تھا اس نے ننانوے قتل کردیئے۔ اب جس شخص نے ننانوے قتل کیے ہوں وہ کوئی نماز روزے والا نیک آدمی تو نہیں ہوگا۔ چور، بدمعاش، اُچکا، لوفر اس طرح کا ہوگا۔ ننانوے قتل کے بعد اُسے خیال آیا کہ اُسے توبہ کرنی چاہیے، وہ کسی عالم کے پاس گیا کہ مجھ سے ننانوے لوگ مارے گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں میں توبہ کرلوں تو انہوں نے بڑا جھڑکا کہ مردود اب ننانوے قتل کرنے کے بعد تجھے توبہ کی سوجھی ہے ایسے بندے کی توبہ کیا؟ وہ بندہ ہی ویسا تھا جب انہوں نے ڈانٹا، ڈپٹا تو اُس نے تلوار ماری اور اُن کا بھی سر گیا۔ اس نے کہا چلو دوزخ جانا ہے سو تو پورے ہوجائیں گے لیکن وہ جو اندر خلش تھی وہ ختم نہ ہوئی تو پھر کسی اور عالم کے پاس گیا وہ صاحب حال تھا، اللہ کا نیک بندہ تھا اس نے کہا اللہ کے بندے تیرا کوئی گناہ اللہ کی رحمت کو عاجز نہیں کرسکتا، ابھی توبہ کر، ابھی سے اپنی اصلاح کر، عقیدہ درست کر، کردار درست کر تو اللہ کی رحمت کو پالے گا۔ وہ وہاں سے جب واپس ہوا تو انہوں نے اُسے ایک نصیحت کی کہ واپس اپنے ماحول میں، اپنے گھر نہ جانا، وہاں اُس طرف ایک بستی ہے وہ لوگ نیک ہیں، نیکوں کی بستی میں چلا جا۔ واپس جائے گا تو وہی ماحول، وہی لوگ وہی طعنے دیں گے، چھیڑیں گے پھر تیری توبہ کا اللہ حافظ ہے پھر تو کسی جرم میں شریک ہوجائے گا۔ نیک لوگوں کے پاس چلا جا، وہاں نیکی ہوتی ہے، اللہ اللہ ہوتی ہے، ذکر اذکار ہوتا ہے تو بھی اللہ اللہ کر۔ اب جب وہاں سے نیکوں کی بستی کی طرف نکلا تو موت آگئی۔ جہنم کے فرشتے آگئے روح قبض کرنے کے لیے کہ ہماری آسامی ہے۔ اور جنت کے فرشتے بھی آگئے کہ اسے ہم لینے آئے ہیں کیونکہ یہ توبہ کرچکا ہے۔ فرشتوں میں تکرار ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ! تو فیصلہ فرما ہم سمجھتے ہیں ہماری آسامی ہے، وہ کہتے ہیں نہیں یہ تو ہمارے پاس جائے گا۔ تو فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا فاصلہ ناپ لو، اگر نیکوں کے قریب ہے تو جنت والے لے جائیں اور اگر ابھی اُن سے دُور ہے تو پھر دوسرے لے جائیں۔ فرشتوں کو پیائش پہ لگا کر زمین کو حکم دیا کہ نیکوں کی طرف سے سمٹ جا۔ اس کی رحمت کے یہ انداز ہیں۔ فرشتوں کو تو فرمایا کہ زمین ناپ لو لیکن وہ نیکوں سے تو دور تھا اللہ نے زمین کو حکم دیا پھر سے سمٹ جا، وہ جب انہوں نے ناپی تو فاصلہ کم نکلا وہ جنت میں چلا گیا۔ تو فرمایا، ہم نے توتوبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے، کتنے بھی گناہ کرچکے ہو کبھی تو آجاؤ اور جو لوٹ کر آئے وہ اپنا عقیدہ درست کرے، اپنا کردار درست کرے تب اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ بھی فلاح پانے والوں میں ہے وہ بھی کامیاب ہوجائے گا۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (68) یہ آپ ﷺ کا پروردگار ہے جو پیدا بھی فرماتا ہے توفیق بھی عطا فرماتا ہے، برگزیدہ بھی کردیتا ہے چن لیتا ہے، یہ سب اُس کے کام ہیں مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ بندہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔ بندے کے پاس صرف اتنا اختیار ہے یا دامان رسالت کو تھام لے یا چھوڑ دے۔ یہ فیصلہ اُس کا ہے جس نے تھام لیا اُسے بھی آگے اس نے خود چلانا ہے، جس نے چھوڑ دیا اُسے بھی پرے اس نے دھکیلنا ہے۔

فرمایا، اللہ اس بات سے بہت بلند ہے جس بات سے یہ شرک کرتے ہیں یا اس کے شریک بناتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شرک یہی ہے کہ کوئی کہتا ہے کہ میں اس بت کو اللہ کی جگہ مانتا ہوں نہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے دعوے بھی شرک بن جاتے ہیں جب ہم کہتے ہیں میں نے یہ کردیا۔ یہ 'میں' کون ہے؟ تم کرنے والے کون ہو؟ کیا تم دنیا کے خالق ہو، تم دنیا میں کارساز ہو، تم کرنے والے ہو؟ اگر یہ کہو کہ یہ کامیابی مجھے اللہ نے دی تو الحمدللہ کیسی خوبصورت بات ہے اگر نقصان ہوجائے تو بھی کہو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ: 156) ہم سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور اللہ ہی کی بارگاہ میں ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ نفع نقصان سب اسی کی طرف سے ہے لیکن کتنے کم لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں اور پھر اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔

بات بن جائے تو شان یہ تدبیر کی ہے
اور بگڑ جائے تو خطا کاتبِ تقدیر کی ہے

کوئی کام سنور جائے تو کہتے ہیں میں نے سنوارا، بگڑ جائے تو

کہتے ہیں اللہ نے بگاڑا ہے۔ نقصان ہو جائے تو کہتے ہیں بس اللہ نے بگاڑ دیا۔ سنور جائے تو کہتے ہیں میں نے سنوارا ہے میں نے یہ کام کر دیا ہے۔ فرمایا: اللہ ان سب چیزوں سے بہت بلند اور پاک ہے۔ یہ تو قدم قدم پر شرک کرتے پھرتے ہیں۔ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ (69) آپ ﷺ کا پروردگار ان بھیدوں سے آگاہ ہے جو ان کے سینوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ایسی چیزیں، ایسے خیالات جن کی ابھی انہیں خود بھی خبر نہیں کہ میں یہ سوچوں گا، اللہ کو وہ بھی پتا ہے کہ یہ سوچے گا اور جو باتیں ظاہر کرتے ہیں وہ اللہ کریم کے علم میں موجود ہیں، اللہ کے سامنے ہیں، ظاہر تو سامنے ہے ہی جو بہت چھپی ہوئی ہیں وہ بھی اُس کے سامنے ہیں۔ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وہی اللہ ہے، اُس ایک کے علاوہ، اس وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، کوئی معبود نہیں ہے لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ تمام تعریفیں اسی ایک کے لیے ہیں شروع سے لے کر آخر تک۔ کوئی بات شروع کرتا ہے تو بھی تعریف اُسی کے لیے ہے اور بات ختم ہو جاتی ہے تو بھی اُسی کی حمد پہ ختم ہوتی ہے۔ اول و آخر ہر حال میں تمام تعریفیں اسی ذات بے ہمتا کے لیے ہیں وَلَهُ الْحُكْمُ (70) اور حکومت اسی کی ہے۔ بڑے لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ وہ حکمران ہیں جیسے ایک دفعہ ہارون رشید کے ساتھ کوئی مصاحب تھے اور عالم بھی تھے۔ کہیں جنگل میں نکل گئے، سیر، شکار کر رہے ہوں گے تو پانی ختم ہو گیا اور بادشاہ کو بڑی پیاس لگی۔ ہرکارے دوڑائے گئے کہ کہیں پتا کرو کوئی چشمہ، کوئی نہر، کوئی باغ، کوئی کنواں ہو تو پانی لاؤ۔ تو انہوں نے پوچھا کہ حضور یہ جو پانی نہیں مل رہا تو اگر کوئی ایسا بندہ آجائے کہ اس کے پاس پانی کا کٹورہ ہو اور وہ کہے کہ میں پانی قیمتاً دوں گا تو آپ کتنی قیمت میں خریدیں گے؟ وہ کہنے لگے کہ میں اُسے آدھی سلطنت تک تو دے سکتا ہوں کہ یہ کٹورہ مجھے دے دو تو انہوں نے کہا چلو اچھا ہو گیا۔ آپ کے پاس حکومت تھی، سلطنت تھی، آدھی دے کر خرید لیا اور آدھی بھی آپ کے پاس کافی ہے۔ اگر آپ یہ کٹورہ پی لیں اور اندر سے نکلے نہیں، رک جائے، پیشاب رک جائے پھر؟ کہنے لگے پھر آدھی کیا، ساری بھی دے کر جان بچاؤں گا۔ ملک، سلطنت جاتی ہے تو جاتی رہے جان بچ جائے۔ اس پر انہوں نے فرمایا، آپ کی ریاست کی قیمت تو بس اتنی ہے اس پہ آپ جتنا چاہیں اتراتے رہیں یہ تو اللہ کریم کی ہے۔ بندوں کو آزمانے کے لیے عارضی طور پر حکومت اُس نے سونپ رکھی ہے وقتی طور پر سونپ رکھی ہے یعنی بندوں کے پاس اقتدار و اختیار وقتی ہے، لمحاتی ہے۔ بندہ دنیا سے چلا جائے گا لیکن جا کر بھولے گا نہیں، اللہ کی بارگاہ میں جواب دینا ہو گا۔ کوئی بندہ اپنے گھر والوں پر حکمران ہے، کوئی شہر والوں پر، کوئی ملکوں پر۔ اب جو پاکستان کا حکمران ہے یہ اکیس، بائیس کروڑ لوگوں کے حقوق کا جواب جب دے گا پتا چل جائے گا، سمجھ تب آئے گی۔ وَلَهُ الْحُكْمُ حقیقی حکومت اللہ کی ہے، حاکم وہ ہے تھوڑے تھوڑے اختیار دے کر تمہیں وقتی طور پر آزما رہا ہے۔ اللہ کی اطاعت کا راستہ اپناؤ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ تم بھاگ نہیں سکتے۔ تمہیں واپس اس کی بارگاہ میں جانا ہے۔ یا تو یہ تھا کہ اطاعت نہ کرتے کوئی اور راستہ اپناتے، کسی اور طرف نکل جاتے۔ تمہیں واپس اُسی کی بارگاہ میں جانا ہے۔ ذرا سوچو قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اگر اللہ تمہاری رات کو قیامت تک کے لیے لمبا کر دے۔ دن طلوع ہی نہ ہو، سورج نظر ہی نہ آئے، ہمیشہ کے لیے، دنیا کی جتنی عمر ہے، قیام قیامت تک کے لیے اگر رات لمبی کر دے اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ تو اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود ہے جو پھر تمہیں روشنی لا دے۔ یہ نظام تو اللہ کا ہے ناں، اللہ کریم اسے چلا رہے ہیں، رات اور دن اپنی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ سورج اور چاند ستارے اپنی اپنی راہ پر چل رہے ہیں لیکن اگر وہ سورج کو بجھا دے، غائب کر دے اور قیامت تک صرف رات ہی رات رہ جائے۔ کوئی اور بھی ایسی ہستی ہے جو پھر تمہیں روشنی لا دے۔ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (71) کیا بات تمہیں سنائی نہیں دیتی۔ تم ارشاداتِ نبوی ﷺ سنتے نہیں ہو، تم آیاتِ الٰہی سنتے نہیں ہو یا پھر یہ دیکھ لو قُلْ فرمائیے قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اگر اللہ ہمیشہ کے لیے دن کر دے سورج غروب ہی نہ ہو اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تو پھر کون ہے جو اس دائمی دن میں تمہیں رات لادے، اگر سورج مسلسل غروب ہی نہ ہو تو تم کتنا جاگو گے، کتنا کام کرو گے، کب آرام کرو گے، کس طرح زندگی بسر کرو گے، کیا اوقات ہوں گے؟ کوئی سو رہا ہے کوئی کھا رہا ہے، کوئی دفتر میں بیٹھا ہے، اب تو یک رنگی ہے ناں اوقات میں دن ہوتا ہے تو سارے اُٹھ کے کام پہ لگ جاتے ہیں، رات ہوتی ہے، سارے آرام کرتے ہیں۔ اگر دن ہی دن ہو تو پھر اوقات کار کیا ہوں گے؟ زندگی کیسے گزرے گی؟ کوئی پڑا سو رہا ہوگا، کوئی دفتر بیٹھا ہوگا، کوئی کھانا کھا رہا ہوگا تو زندگی کی ترتیب ہی تباہ ہو جائے گی۔ پھر کوئی ایسی ہستی ہے جو تمہیں پھر اس دائمی دن میں پھر راتیں لادے، پھر تمہیں وہ وقت لادے جس میں تم آرام کر سکو اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تم دیکھتے نہیں ہو؟ کیا تم اندھے ہو گئے ہو، تمہیں کیا یہ ساری باتیں سمجھ نہیں آتیں، تم یہ سب کچھ دیکھ نہیں سکتے وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اس نے اپنی رحمت سے یہ شب و روز تمہارے لیے بنا دیئے، ان کو چلا دیا تاکہ تم دن آئے تو اللہ کا رزق تلاش کرو، اپنی حلال روزی تلاش کرو، اپنی دنیا کے کام کرو اور رات آئے تو آرام بھی کر لو لِتَسْكُنُوْا اسکون سے آرام بھی کر سکو، تمہارے وجود میں سے جتنی انرجی (energy) جا چکی ہے اُسے پھر واپس حاصل کر لے۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ رات اور دن میں تم اللہ کا دیا ہوا رزق، اللہ کی نعمتیں تلاش کرو۔ دنیوی رزق بھی تلاش کرو اور اگر اللہ کے حکم کے مطابق کرو گے تو وہ بھی عبادت بن جائے گی، آخرت کا رزق بھی تلاش کرو، اللہ کی عبادت کرو، حلال کماؤ، حلال اور پاکیزہ کھاؤ، نیک کام کرو، اللہ کو یاد رکھو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ عبادت کیا ہے؟ اظہار تشکر ہے کہ اے میرے معبود برحق بے شک تو نے مجھے بہت نعمتیں دی

ہیں میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (74) یاد رکھو! ایک دن آ رہا ہے، اعلان کیا جائے گا کہ لوگو، تم نے میری اطاعت چھوڑ کر دوسروں کی فرمانبرداری کی، آج بلاؤ اُنہیں تمہارے کام آئیں۔ تمہارا جو وہم تھا، تمہیں زعم تھا، بڑا فخر تھا کہ میرا فلاں دوست ہے، میں فلاں کی بات مانتا ہوں، فلاں کے پیچھے چلتا ہوں۔ تم نے اللہ کی اطاعت کی پروا نہ کی، رسول ﷺ دوسری طرف تمہیں بلاتے رہے تم دوسری طرف چلتے رہے تو پھر جن کی طرف چلتے رہے ہو، بلاؤ اُنہیں آج، لے آؤ آج تمہارے کام آئیں، آج ہی تو مشکل پڑی ہے۔ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ہر اُمت سے ہم گواہ لائیں گے، ہر اُمت کا نبیؑ اس کا گواہ ہوگا، ہر اُمت کے صالحین گواہ ہوں گے۔ ایسے گواہ بھی موجود ہوں گے جو بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے۔ تیرا پیغام ان تک پہنچتا رہا، تیرے نبی نے ان تک تیرا دین پہنچا دیا، تیرے مختلف بندوں نے ان تک تیرے دین کی آواز پہنچائی، ان تک دین پہنچتا رہا۔ فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ہم لوگوں کو کہیں گے، آپ دلائل سے بات کرو۔ اب کوئی دلیل اس بات پر لاؤ کہ تم اللہ خالق، مالک رازق کو چھوڑ کر دوسروں سے اُمیدیں کیوں وابستہ کرتے ہو؟ کوئی ہے تمہارے پاس اس کی دلیل۔ دلیل ہے تو لاؤ پیش کرو فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ پھر ان کو پتا چل جائے گا کہ حق اللہ کی بارگاہ میں ہے اللہ کے پاس ہے، حق و انصاف وہی ہے جو اللہ کر رہا ہے۔ حق وہی ہے جو اللہ نے فرمایا، حق وہی ہے جو اللہ کے نبیؐ نے پہنچایا۔ اگر ہم نے اسے قبول نہیں کیا تو ہم گمراہ ہوئے، ہم باطل پرست ہو گئے، ہم باطل کی طرف چلے گئے۔ حق اوپر ہی ہے جو اللہ کا حکم تھا وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (75) اور جو قصے کہانیاں جوڑ رکھے تھے ناں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ڈالر دے گا اور وہ مجھے بچا لے گا۔ وہ سب جھوٹ نکلے اور وہ سارے ختم ہو گئے۔ اب کوئی ان میں سے ان کے کسی کام آنے والا یا انہیں بچانے والا نہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 50 پر)

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سالانہ اجتماع، مئی 2015

سوال: مجھے حیرت ہوتی ہے پتا نہیں ساتھی کیا کیا سوچتے رہتے ہیں۔ ہماری تو عمر گزر گئی اسی شغل میں اور یہ خیال تک نہیں آیا۔ اُن کا سوال یہ تھا کہ ہم یہ جو ذکر کرتے ہیں صبح وشام تو یہ ہم اپنے عزیزوں کو جو مر چکے ہیں ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں؟

جواب: کمال ہے، ایصالِ ثواب کے لیے یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسی عبادت کریں جو آپ کے ذمے نہ ہو فرض یا واجب نہ ہو اس طرح جو نیکی بھی آپ کریں گے اُس کا ثواب آپ کسی بھی دوسرے کو دے سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ مر چکا ہو، زندہ کو بھی دیا جا سکتا ہے کیونکہ ہر نیکی ایک بیلنس ہے، آپ کا اپنا بیلنس ہے آپ پاس رکھیں کسی کو دے دیں لیکن بیلنس تو ہو۔ بیلنس وہ نیکی ہوتی ہے جو آپ کے ذمے فرض یا واجب نہ ہو جیسے آپ نے فجر کی نماز پڑھی آپ کہیں میں کسی کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں تو یہ درست نہیں۔ بھئی وہ آپ پر فرض تھی، آپ کی ذمہ داری تھی ہاں آپ نے کوئی تلاوت کی ہے یا نوافل پڑھے ہیں تو ضرور کرو ایصالِ ثواب۔ نفلی حج کیا ہے، نفلی روزے رکھے ہیں تو ایصالِ ثواب کریں لیکن رمضان کے روزے آپ کس کو بخشیں گے، وہ تو آپ پر فرض تھے نفل رکھے ہیں تو ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔ ذکر کو بھی تفسیر مظہری نے تو بڑا واضح لکھا ہے کہ ذکرِ قلبی ہر مسلمان مرد عورت پر واجب ہے۔ فرض یا واجب کا اصول یہ ہے کہ وہ قرآن کی آیت سے ثابت ہو قرآن میں اُس بات کا صریح حکم موجود ہو۔ وہ فرض ہے یا واجب ہے اور قرآنِ کریم میں جتنے احکام آئے ہیں سب سے زیادہ بار جو حکم دہرایا گیا ہے وہ ذکر کا ہے۔ بے شمار دفعہ دہرایا گیا ہے مختلف طریقوں سے، کبھی بالواسطہ، کبھی بلا واسطہ براہِ راست۔

ہر عبادت کا حاصل ہوتا ہے ہم خانہ پُری کرتے رہتے ہیں کہ نماز پڑھی، ہوگئی۔ ہم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ ہم نے جو فرائض ادا کیے ہیں اُن کا کوئی نتیجہ بھی ہمیں ملا۔ ہم سمجھتے ہیں ثواب ہے وہ مرنے کے بعد ملے گا اور یہ ایک غلط العام ہے یہ بات غلط مشہور ہے کہ عبادت ادھاری مزدوری ہے مرنے کے بعد اس کا اجر ملے گا۔ پتا نہیں کس نے یہ بات چلا دی اور ہر بندہ لیے پھرتا ہے۔ اللہ کریم لوگوں کو تو یہ حکم دیتے ہیں کہ مزدور کی مزدوری، مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو تو خود اُدھاری کراتے ہیں۔ ہر عبادت کا ایک اثر ہوتا ہے اور وہ اثر آپ اپنے کردار میں تلاش کریں عبادت پہ جو اجر ملتا ہے جسے ثواب کہتے ہیں اس کا معنی ہے بدلہ۔ یہ بھی ایک غلط فہمی ہے کہ ثواب کوئی ایسی نعمت ہے جو پڑی ہے جب مریں گے تو ملے گی۔ نہیں ثواب یعنی اجر یعنی بدلہ اسی دنیا میں ملتا ہے، نقد ملتا ہے۔ اگر عبادات قبول ہوتی ہیں تو دل نرم ہوتے ہیں، روشن ہوتے ہیں، نیکی کرنے کو دل چاہتا ہے، برائی سے نفرت ہوجاتی ہے، دل ڈرتا ہے تو اپنی ہر عبادت کا ہمیں اندازہ کرنا چاہیے کہ اس کے بعد کوئی فرق پڑا؟ پھر یہ ذکرِ قلبی جو ہے یہ تو ہے ہی خاص طور پر دل کو صاف کرنے کے لیے، دل کا زنگ اُتارنے کے لیے۔ جب آپ اس پر محنت کرتے ہیں تو آپ کو اپنے دل کو دیکھنا چاہیے، جھانکنا چاہیے کہ اُس میں کوئی صفائی آئی ہے؟ صفائی آئے گی تو نیکی کرنا چاہے گا، میلا ہوگا تو برائی کی طرف جائے گا۔ یہ دیکھنا ضروری ہے اور اگر ذکر بھی ایک خانہ پُری کے لیے کرتے ہیں اور پھر وہ بھی احسان کرنا چاہتے ہیں مرنے والوں پر تو یہ بجائے خود واجب عمل ہے، ہماری اپنی ضرورت ہے اور اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اگر اثرات مرتب نہ ہوں تو پھر خانہ پُری

ہے پھر کسی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں اور ہر آدمی اپنے اثرات خود جانچ سکتا ہے۔کوئی دوسرا کسی کے بارے نہیں جانچ سکتا کہ اس کے مزاج میں کیا تبدیلی آئی ہے۔ اللہ جانے اُس کا بندہ جانے۔ اگر آپ کو مرنے والوں کے ساتھ محبت ہے تو پہلے تو یہ دیکھیں کہ آپ زندہ رشتہ داروں کی کتنی خدمت کرتے ہیں؟ زندوں کو کوئی نہیں دیتا۔ دس روپے بھی اُدھار کوئی نہیں دیتا، مصیبت میں ہاتھ کوئی نہیں پکڑتا، حمایت کوئی نہیں کرتا، تکلیف میں کام کوئی نہیں آتا۔

ہمارے نزدیک چونکہ ثواب کی کوئی قیمت نہیں ہے مرنے والوں کو بخشتے رہتے ہیں۔زندہ بھی تھے تو وہ رشتہ دار تھے جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ہیں اُن کے بھی حقوق ہیں۔ پڑوسی تک کے حقوق ہیں عزیزوں کے بزرگوں کے۔ وہ تو ادا کریں زندہ بھی بڑا ضرورت مند ہے، اپنے کردار کو دیکھیں آپ کس کے لیے کتنے مفید ہیں کس کے کتنے کام آتے ہیں اُس طرف توجہ کوئی نہیں کرتا۔بس مرنے والوں کو بخشنا چاہتے ہیں ایک آسان سا کام ہے۔

جن کے نزدیک نیکی کی قیمت تھی وہ اپنی نیکی نہیں دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ استراحت فرما رہے تھے اور رات صاف تھی اور آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ! کسی کی نیکیاں اس طرح بھی ہوں گی جس طرح یہ ستاروں سے آسمان بھرا ہوا ہے کوئی گن نہیں سکتا، بے شمار ہیں بے حد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! عمرؓ کا اعمال نامہ عمرؓ کی نیکیاں اسی طرح ہیں جس طرح یہ آسمان بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! تو میرے باپ کی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے تو غارِ ثور میں تین راتیں نصیب ہوگئیں کسی ایک رات کا مقابلہ بھی یہ نہیں کرسکتے۔

علی الصبح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو وہ سیدھے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور انہیں یہ بات سنائی کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری نیکیاں ایسی ہیں جیسے یہ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے۔انہوں نے کہا الحمدللہ مبارک ہو آپ کو بڑی مبارک بات ہے۔انہوں نے کہا لیکن میں مبارک لینے نہیں آیا میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ساری نیکیاں آپ لے لیں اور غارِ ثور کی ایک رات مجھے دے دیں۔ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں انہوں نے فرمایا نہیں میں تو ثور کا ایک لمحہ بھی نہیں دیتا، رات تو رات کی بات ہے۔

نیکی کی قیمت ہوتی ہے جو کسی بیمار شخص کو دوائی لینے کے لیے دس روپے نہیں دیتا وہ دس ہزار بار کلمہ پڑھ کر اس کے مرنے کے بعد بخش دیتا ہے؟ زندہ ہے تکلیف میں ہے اُسے دوائی کے لیے سو روپیہ نہیں دیتا۔ مرنے کے بعد لاکھ بار کلمہ شریف پڑھ کر بخش دے گا؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ نہ بخشو۔ 'بخشو' لیکن نیکی کر کے بخشو، رسم کر کے نہیں بخشو اور جو واجبات ہیں وہ نہیں بخشے جاسکتے۔نوافل بخشے جاتے ہیں جو ذمہ داری ہے وہ اسے پوری کرنی ہے۔

یہ ذکر اذکار جو ہیں یہ ہر بالغ مسلمان مرد عورت پر واجب ہے اسے سیکھنا، اسے کرنا اس کے ذمے ہے۔ جو نہیں کرتے نہیں سیکھتے نقصان پاتے ہیں۔ساری عمر کیفیات قلبی سے محروم رہتے ہیں۔ایک اچھا جذبہ ہے کہ مرنے کے بعد والدین، دوستوں، رشتہ داروں کو کچھ ہوسکے تو ایصالِ ثواب کیا جائے لیکن صدقہ کرو انہیں ثواب بخشو، نفل عبادتیں کرو، تسبیحات پڑھو، تلاوت کرو، انہیں ثواب بخشو اب جو آپ کے ذمہ فرض یا واجب ہے اس کا ثواب نہیں۔ وہ تو آپ کی ذمہ داری تھی آپ کو پورا کرنا تھا۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کچھ ساتھیوں کو شوق ہے ای میل رومن اُردو میں لکھنے کا۔لیکن عجیب بات ہے یہ کہ ہر بندہ اپنے طور پر الگ Spelling لکھتا ہے یعنی جو ذہن میں آتے جاتے ہیں وہ جوڑ کر لفظ بناتا جاتا ہے حالانکہ رومن اُردو باقاعدہ ایک علم ہے، ایک فن ہے اور اُس کے بھی مخصوص لہجے ہیں اور وہ بھی سیکھنے پڑتے ہیں کہ کس لفظ کے کیا ہجے ہیں اور کس اے بی سی کو جوڑ کر کون سا لفظ بنتا ہے۔وہ کسی کو نہیں آتا ایک ہی خط میں آپ خیریت، دس بندوں کا خط ہو تو خیریت کے دس Spelling ہوتے ہیں جو کوئی جس کے ذہن میں آتا ہے وہ جوڑ دیتا ہے اس کی ضرورت کیا ہے بھئی۔ اگر آپ کو ایک چیز

نظر نہیں آتی تو اُسے لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ سیدھی سیدھی انگریزی ٹرائی کرلو۔ پھر کچھ خط ایسے ہوتے ہیں جو میں پڑھا ہی نہیں کرتا۔ مجھ سے پڑھے جاتے ہی نہیں اب وہ اتنا لمبا خط لکھا ہوا ہوگا اب کون اُس سارے خط کو پڑھے اب اُس لمبے خط سے پتا کیا چلے؟ کیونکہ مقصد کی تو ایک دو لائنیں ہوتی ہیں مجھے یہ تکلیف ہے یا یہ ضرورت ہے اب اُس کے ساتھ اتنی لمبی Detail تو میں پھر لکھتا ہوں کہ یار یہ مجھ سے نہیں اتنا لمبا خط پڑھا جاتا۔ پھر وہ Font بڑا باریک رکھتے ہیں اب ایک بندہ جو عینک سے دیکھ رہا ہے وہ باریک Font کیا خاک پڑھے گا؟ کچھ اتنا تو لکھو جو پڑھا جا سکے۔ موٹا نہ ہو لیکن پڑھنے کے قابل تو ہو۔ چیزوں کو مشکل کرتے جاتے ہیں کہ جتنی مشکل ہوگی اُتنا کمال ہے۔ جتنی آسان ہو اُتنا کمال ہوتا ہے جتنی مختصر بات ہو اُتنا کمال ہوتا ہے۔ مقصد کی بات لکھو، ایک لائن لکھو، دو لائنیں لکھو، چار لکھ دو لیکن مقصد کی بات لکھو، آسان لفظوں میں لکھو اور بات ختم۔ اب اگر 70,70 ای میل ہیں اور ساری دو دو صفحے کی ہوں تو اُس کے لیے تو دو دن چاہییں۔ روزانہ کون ساٹھ ستر ای میل پڑھے تو اس معاملے میں بھی احتیاط کیا کریں آسان لفظوں میں مقصد کی بات لکھا کریں۔ اچھا بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ پہلے لکھتے ہیں کہ آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے۔ آپ بہت مصروف ہیں آپ کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں، میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ خط پھر تین صفحے کا ہوتا ہے اور زیادہ لمبا خط اس لیے ہوجاتا ہے کہ اس طرح کی فضول باتیں آگے پیچھے مکمل ہوتی ہیں تو ان معاملوں میں بھی احتیاط کی جانی چاہیے۔

سوال: حدیث لیلۃ التعریس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح نیند کے وقت بدن سے نکال کر پھر لوٹا دی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسان کو نیند کے وقت وہ تکلیف کیوں نہیں ہوتی جو موت کے وقت روح قبض کرنے پر ہوتی ہے؟

جواب: اگر نیند کے وقت بھی ہوتی تو تسلی ہوجاتی؟ کیا بندے موت کی زیادہ تیاری کرتے۔ گزارش یہ ہے کہ نیند کے وقت روح کا تعلق بدن سے حیات کا قائم رہتا ہے ذرا بدن کو ہلاؤ تو روح موجود ہے۔ آواز دے دو تو موجود ہے، موت کے وقت حیات کا جو تعلق ہے بدن سے وہ منقطع کر دیا جاتا ہے اب اگر جو سائنس کہتی ہے کہ ایک بدن میں دس کھرب سیل ہیں۔ ہر سیل کے ساتھ روح کا تعلق ہے حیات کا تعلق ہے تو اگر دس کھرب سیلوں کے ساتھ سے وہ تعلق توڑا جائے گا تو تکلیف تو ہوگی۔ آرام سے بھی توڑا جائے تو بھی تکلیف تو ہوگی تو موت کے وقت روح کا بدن سے جو اس حیات دنیا کا تعلق ہے، وہ منقطع کر دیا جاتا ہے روح کا تعلق ہر ذرہ بدن سے پھر بھی رہتا ہے لیکن وہ تعلق جو حیات دنیا کا سبب ہے وہ الگ کر دیا جاتا ہے، توڑ دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے جب ایک ایک سیل سے روح کو الگ کیا جائے گا تو تکلیف تو ہوگی۔ نیند کے وقت حیات کا تعلق نہیں توڑا جاتا بدن میں حیات باقی رہتی ہے روح الگ ہوجاتی ہے یا باہر چلی جاتی ہے یا واپس آجاتی ہے، یہ اللہ کریم کے دست قدرت میں ہے تو موت میں اور نیند میں بہت فرق ہے۔

سوال: فیض اور برکت میں کیا فرق ہے؟

جواب: فیض فائدے کو کہتے ہیں لیکن اصطلاحاً مخصوص ہے کہ کسی کو کسی سے آخرت سنورنے کا فائدہ پہنچے تو اُسے فیض کہا جاتا ہے۔ دینی اصطلاح میں لفظ مختص ہے اس بات کے ساتھ کہ آخرت کا فائدہ پہنچے ایسی برکات پہنچیں جس سے اُس کا ایمان سدھرے، کردار سدھرے نتیجتاً آخرت سدھرے تو اُسے فیض کہا جاتا ہے اور بزرگوں کی محفل میں جو لوگ بیٹھتے ہیں اُن سے دین سیکھتے ہیں، اُن کی باتیں سنتے ہیں جس سے کردار میں تبدیلی آتی ہے تو اُسے فیض کہا جاتا ہے۔ 'برکت' ہوتی ہے 'زیادتی'۔ کبھی وقت میں برکت ہوجاتی ہے کہ دوسرے لوگ جو کام دو دنوں میں کرتے ہیں آپ دو گھنٹوں میں کر لیتے ہیں کبھی مال میں برکت ہوجاتی ہے کہ مال تھوڑا ہوتا ہے، کام زیادہ کر جاتا ہے۔ کبھی کھانے میں برکت ہوجاتی ہے کہ کھانا دس بندوں کے لیے بنا ہے، مہمان تیس آ گئے تو اللہ نے برکت دے دی، پورا ہوگیا۔ تو یہ برکت کے مختلف مقامات ہیں، مختلف مواقع ہیں اللہ کریم زیادتی فرما دیتے ہیں۔ اُس زیادتی کو بھلائی میں بہتری میں جو زیادتی ہو اُسے برکت کہتے ہیں۔ برائی میں جو زیادتی ہو وہ برکت نہیں کہلاتی وہ اللہ کا غضب کہلاتی ہے۔ کبھی وقت میں

برکت ہو جاتی ہے بعض حضرات کی عمروں میں برکت ہوتی ہے مجھے اب نام میرے ذہن سے نکل گیا ہے ایک حضرت تھے تو اُن کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُن کی پوری زندگی پر اگر اُن کی کتابوں کو تقسیم کیا جائے تو اٹھارہ صفحے روزانہ آتے ہیں جو اُن کی تصنیفات ہیں......اب ظاہر ہے بچپن، لڑکپن، سکول، مدرسہ، فارغ التحصیل ہونے تک 20، 25 سال تو کم از کم نکل جاتے ہیں تو پچھلی عمر میں جو انہوں نے کام کیا انہوں نے عبادات بھی کیں، روزی بھی کمائی، بال بچہ بھی پالا اور اللہ کے دین کی خدمت کے لیے مختلف موضوعات پر لکھتے بھی رہے اور اتنا لکھا کہ مرنے کے بعد اُن کی کتابوں کے صفحات اگر تقسیم کیے جائیں تو اٹھارہ صفحے پیدا ہونے سے مرنے تک روزانہ آتے ہیں اور اُن کی وصیت تھی وہ 'قلمیں' اُس وقت تو قلم ہوتے تھے نا وہ تراش کے بنائے جاتے تھے اور سیاہی سے لکھا جاتا تھا تو وہ قلموں کے تراشے اتنے تھے کہ انہوں نے فرمایا: میرے غسل کے لیے جو پانی گرم کرنا ہے وہ ان تراشوں کو جلا کر اُن پر کرنا اور وہ اُن پر گرم کیا گیا یہ اُن کے وقت میں اُن کی زندگی میں برکت دی اللہ نے کہ تھوڑے وقت میں دین کا بہت سارا کام کر گئے تو برکت کسی بھی نیک کام میں زیادتی کو کہتے ہیں۔فیض ایک کیفیت ہے اگر نصیب ہوتا ہے ویسے تو یہاں ٹرک دوڑتے پھرتے ہیں، 'فیضانِ حق باہو'وہ کہتے ہیں جی ہمیں بہت سے ٹرک مل گئے، یہ حق باہو کا فیضان ہے۔ یہ ٹرک، چھکڑے، یہ روپیہ پیسہ، یہ دولت یہ فیضان نہیں ہے۔فیضان ہے وہ کیفیت جو کردار میں اللہ کی رضا اور نیکی پیدا کر دے توفیق اور چیز ہے برکت اور چیز ہے۔

سوال: حدیث پاک ہے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے مفلسی اُس کی طرف یوں دوڑتی ہے جیسے ڈھلان کی طرف پانی۔کیا یہ بہت مشکل سچویشن کی طرف اشارہ نہیں؟

جواب: اب مجھے ساری یہ حدیث یاد تو نہیں ہے لیکن میرے خیال میں 'مفلسی' کا لفظ نہیں ہے مشکلات کا یا مصیبتوں کا ہے۔کسی نے عرض کی تھی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے بے پناہ محبت ہے، تو فرمایا، پھر اپنی چادر مشکلات اور مصیبتوں کے لیے بچھا لو۔مصیبت ہمارے یہاں مفلسی کو سمجھا جاتا ہے حالانکہ بڑی مصیبت امارت ہے۔غریبی اتنی مصیبت نہیں ہے جتنی مصیبت دولت مندی ہے۔غریبی میں تو بہت سے گناہ اس لیے نہیں ہو سکتے کہ ہم کر نہیں کر سکتے۔امیری میں قدم قدم پر گناہ ہے۔قدم قدم پر حفاظت کی ضرورت ہے۔

میرے سامنے یہ حدیث ہے نہیں کہ میں پڑھ کر دیکھوں میرے جو ذہن میں مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ مصیبتوں کے لیے، مشکلات کے لیے۔تو غریبی کی اپنی مشکلات ہیں، دولت مندی کی اپنی مشکلات ہیں اور میری رائے میں، میں نے غریبی بھی دیکھی ہے، دولت مندی بھی دیکھی ہے ان دونوں کا تجربہ ہے۔غریبی میں مشکلات کم ہوتی ہیں دولت مندی میں زیادہ......اگر گناہ کو مشکلات میں شامل کیا جائے تو دولت مند آدمی غریب کی نسبت بے شمار گناہ کر سکتا ہے تو مصیبت تو پھر دولت مندی میں آ گئی۔فطری طور پر بھی اگر آپ سوچیں کہ انسان کے مزاج میں تخلیقی طور پر ایک بات ہے کہ وہ خود کو سب سے بڑا سمجھتا ہے اور اپنی رائے کو سب سے زیادہ صحیح سمجھتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرنا چاہتا ہے یہ انسان کا مزاج ہے۔آپ کسی غریب سے غریب بندے کو دیکھ لیں سڑک پر جھاڑو دے رہا ہے۔اُس سے رک کر پوچھ لیں تو وہ کہتا ہے میرے جیسا دنیا میں ہے ہی کوئی نہیں میں نے یہ کر دیا میں نے وہ کر دیا آپ سننے بیٹھیں تو عمر گزر جائے وہ اپنی بہادری سناتا رہے۔ہر بندے میں یہ بات ہے کہ میں سب سے اچھا ہوں۔ہر بندے میں یہ بات ہے کہ میری رائے سب سے زیادہ صحیح ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔مصیبت سب سے بڑی یہی ہے۔ہم بخار کو مصیبت سمجھتے ہیں، بیماری کو مصیبت سمجھتے ہیں تو سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ بندے کو اپنی رائے چھوڑنا پڑے، surrender کرنا پڑے اور کلی طور پر اتباعِ رسالت کرنا پڑے۔یہ مشکل کام ہے یہاں آ کے پتہ چلتا ہے، ہم پتہ ہے کیا کرتے ہیں؟ اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے احکامِ شریعت میں بھی حیلے بہانے نکالتے ہیں اور مسائل کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، مفہوم بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنی تائید میں باتیں بنا کر لے آتے ہیں یہ کیوں ہے؟ یہ مشکل ہے کہ اپنی رائے کو کوئی surrender کر دے اور اسلام

یہ ہے کہ کلی طور پر اپنی رائے ختم ہو جائے، جو کرنا ہے وہ اُس طرح کرنا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو جب آپ محبت رسالت پناہی کا دعویٰ کریں گے یا عشق رسالت کا دعویٰ کریں گے تو پھر تو آپ کو اپنی پسند چھوڑنا پڑے گی پھر تو محبوب کی پسند یہ بات ہوگی جو وہ چاہتے ہیں وہ کرنا پڑے گا اور یہی سب سے مشکل بات ہے تو خود بخود مصیبتیں تو اس طرف دوڑیں گی۔ اپنی رائے میں تو انسان گنجائش بھی رکھتا ہے اور حیلے حوالے بھی نکال لیتا ہے کوئی رائے جہاں سے چھوڑے اُس کے جواز بھی تراش لیتا ہے لیکن کلی طور پر اپنی رائے چھوڑ دینا یہ آسان کام نہیں، یہ بجائے خود سب سے بڑی مصیبت ہے۔

سوال: قرآن پاک میں یہ آیت ہے وَابْتَغُوٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (المائدہ:35) وسیلے کی تلاش کرو۔ وسیلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کو بھی بڑا غلط سمجھا جاتا ہے اور غلط عمل کیا جاتا ہے اور کفار جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ بت بھی ہمارے اللہ کی طرف سے وسیلہ ہیں اور ہمیں اللہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ دراصل وسیلہ یہ ہے کہ آپ نیک لوگوں کی تلاش کریں اُن سے نیکی سیکھیں، نیکی پر عمل کریں تاکہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ تو یہ آپ کا تلاش کرنا، سیکھنا اور عمل کرنا یہ سارا کیا ہوگا؟ اللہ کی بارگاہ میں کامیاب ہونے کا وسیلہ ہوگا۔ وسیلہ سبب کو کہتے ہیں اور شریعت میں وسیلہ یا قرآن کی زبان میں وسیلہ ہر وہ عمل ہوگا جو اللہ کے حکم کے مطابق ہو۔ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق ہو، عمل حکم پر کیا جائے عمل کرنے کا طریقہ وہ ہو جو سنت نبوی ﷺ میں ہے اور اُس پر رضائے باری مرتب ہو تو یہ وہ عمل آپ کا وسیلہ بن گیا۔ اسی طرح اُستاد وسیلہ بن جاتا ہے علم حاصل کرنے کا۔ جب آپ نیکی کا، بھلائی کا علم حاصل کرتے ہیں تو جو آپ کو تعلیم دیتا ہے وہ علم حاصل کرنے کا وسیلہ بن گیا۔ عموماً وسیلہ سبب کو کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں وسیلہ اُن اسباب کو کہا جاتا ہے جو رضائے باری کا سبب بنتے ہیں اور ظاہر ہے رضائے باری کا سبب ایک ہے اور صرف ایک ہے اور وہ ہے اتباع محمد رسول اللہ ﷺ۔ ارشاد باری ہے: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: 31) اگر تمہیں اپنے مالک، خالق، اللہ سے محبت ہے تو پھر میرا اتباع کرلو تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا تم طالب ہو مطلوب بن جاؤ گے، اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اتباع رسالت ہی ایک وسیلہ ہے، ذریعہ ہے۔ اتباع کرنے کے لیے۔ پھر جاننا ہوگا کہ حضور ﷺ کے احکام کیا ہیں، پتا نہیں ہوگا تو اتباع کیسے ہوگا یا پھر خود علم حاصل کرے گا یا کسی عالم سے وابستہ ہوگا جس سے پوچھ کر عمل کرے گا، کس طرح کرنا ہے۔ دو ہی صورتیں ہیں: یہ ساری صورتیں جن سے یہ نیکی حاصل ہو وہ سب بنتی جائیں گی اور سبب ہی کو وسیلہ کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں وہ اسباب وسیلہ کہلاتے ہیں جو نیکی کا سبب بنتے ہیں ورنہ تو ہر برائی کے لیے بھی اسباب ہی ہوتے ہیں اور بندہ اُن کے ذریعے برائی تک چلا جاتا ہے۔ اللہ کریم معاف فرمائے وسیلہ ہر اُس سبب کو کہتے ہیں جو نیکی کے حصول کے لیے اختیار کیا جائے اور وہ شرعاً جائز ہو اور صورتاً سنت کے تابع ہو۔ پہلے تو سب سے پہلے شرعی جواز کی ضرورت ہے کوئی غیر شرعی کام سنت نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا عمل دین ہے، آپ کا عمل ہی دین ہے۔ کسی نے عرض کی تھی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہ آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے تو انہوں نے فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن۔ آپ قرآن پڑھیں، قرآن نے جن اخلاقیاتِ عالیہ کی تعلیم دی ہے وہی آپ ﷺ کے اخلاق تھے تو آپ کا ہر عمل دین ہے جس عمل کو حضور ﷺ نے اختیار فرمایا وہی دین ہو گیا۔

ایک مقدمہ چلا تھا بڑا مشہور مقدمہ تھا۔ انگریز کے زمانے میں غالباً 25 برس تک چلتا رہا۔ ایک خاتون کا نکاح ہو گیا اور پھر رخصتی سے پہلے جس سے نکاح ہوا تھا وہ قادیانی ہو گیا تو اُن خاتون نے بہاولپور میں عدالت میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے لہٰذا عدالت میرا نکاح منسوخ کرے۔ اب اُس پہ بڑا معرکہ بن گیا تھا، قادیانیوں نے بھی اپنے بڑے بڑے وکیل، بڑے بڑے علماء، پوری طاقت صرف کر دی۔ اہل سنت نے بھی پورے ہندوستان سے بڑے بڑے علماء کو جمع کیا حتیٰ کہ سید انور شاہ کشمیریؒ، بہت ضعیف تھے وہ بھی عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور یہ مقدمہ کوئی 25 برس چلتا رہا۔ اس دوران وہ

بندہ جس کے ساتھ نکاح ہوا تھا وہ مر گیا لیکن مقدمہ چلتا رہا اور پہلے سب سے پہلے اُس مقدمے کے فیصلے میں یہ آیا کہ یہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ تو 25 برس بعد فیصلہ ہوا حالانکہ اُس میں برطانوی حکمرانوں تک نے مداخلت کی کہ یہ فیصلہ نہ آئے لیکن امیر بہاولپور کی سرپرستی میں عدالت نے وہ فیصلہ کیا۔ تو اُس میں ایک سوال آیا جب مسلمانوں کے ایک عالم نے اعتراض کیا مرزا قادیانی پر کہ یہ تو انگریزی قانون کا ماننے والا اور رواج کا ماننے والا تھا۔ انبیاء تو رہنمائی کرنے والے ہوتے ہیں، دوسروں کی اطاعت نہیں کرتے، اپنی ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں، رواجات کے پیچھے نہیں جاتے۔ تو غالباً قادیانیوں کی طرف سے جو اُس ٹیم کا سربراہ تھا ان کا بڑا مولوی تھا تو اُس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے یہ رواج تھا کہ جو سفیر جاتے تھے انہیں قتل نہیں کیا جاتا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے بھی اس رواج کو اپنایا اور سفیر کے قتل سے منع فرمایا کہ سفیر کو قتل نہ کیا جائے تو اس پر اہل سنت کے جو عالم تھے وہ ذرا اٹھنک گئے تو سید انور شاہ کشمیریؒ کھڑے ہو گئے۔ بہت ضعیف العمر تھے انہوں نے ارے او بیوقوف! تو نے نام تو شمس رکھا ہوا ہے اور تجھ میں ظلمت بھری ہوئی ہے۔ یاد رکھ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت بعثت عالی سے قیامت تک ہے۔ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہر کام دین ہے۔ اگر آپ سے پہلے کوئی کام ہوتا تھا یا وہ رواج تھا اور وہ اچھا تھا تو جب حضور ﷺ نے اسے اپنایا تو وہ دین بن گیا۔ آپ ﷺ سے پہلے رواج تھا لیکن جب حضور ﷺ نے اُسے قبول فرمایا تو وہ دین بن گیا۔ تیرا تو نبی ٹوٹا پھوٹا ہے کبھی تو کہتا ہے ظلی ہے، کبھی کہتا ہے بروزی ہے۔ اس کی تو نبوت ہی ظلی ہوئی، خود تم مانتے ہو کہ یہ کامل نبی نہیں تو اس میں تو وہ بات نہیں کہ جس چیز کو یہ اپنائے وہ دین بن جائے۔

حضور اکرم ﷺ کا ہر عمل دین ہے۔ اب آپ ﷺ کے کردار عالی کو سمجھنا، سیکھنا، پڑھنا، ماننا، اُس پر عمل کرنا یہ سارا کیا ہوگا، وسیلہ بن جائے گا۔ اُس میں اُستاد بھی ایک درجے میں وسیلہ آجائے گا۔ سکھانے والا بھی ایک درجے میں وسیلہ آجائے گا اُس پر عمل کرنا بھی ایک درجے میں وسیلہ آجائے گا تو وسیلہ کو بہت غلط استعمال کیا جاتا ہے فیض کی طرح اور وسیلہ یہ ہے کہ جو چیز آپ کو دین پر عمل کرنے میں معاون ہو، دین سیکھنے میں معاون ہو، سمجھنے میں معاون ہو، عمل کرنے میں معاون ہو، وہ وسیلہ ہے اور قرآن نے اس کا حکم دیا ہے کہ دین کو جانو، سمجھو، جانو تو مانو۔ ایک کہتا ہے میں دین کو مانتا ہوں اُسے نہ توحید کا پتا ہے نہ رسالت کا تو کیا خاک مانتا ہے۔ جان کر ماننا، ماننا ہوتا ہے اور پھر عمل سے ثابت کرنا ہوتا ہے کہ میں مانتا ہوں، تسلیم کرنا ہوتا ہے سمجھنے کے بعد۔ اور عمل سے ثابت کرنا پڑتا ہے کہ میں مانتا ہوں (جی یہ سب باتیں تو ہوتی رہتی ہیں اور ہوتی رہیں گی اصل کام یہ ہے کہ یہ سال میں یہ چند دن اور چند لمحے ملتے ہیں اگر یہ پروگرام چالیس، پینتیس دن کا بھی ہو تو ہر بندے کے پاس چالیس، پینتیس دن نہیں ہوتے۔ دنیوی ضرورتیں ہیں، زندگی بھی گزارنی ہے، اسی عہد میں رہنا بھی ہے تو تھوڑا سا وقت ملتا ہے۔ کوئی ایک دن لے آتا ہے، کوئی دو دن لے آتا ہے، کوئی چار دن لے آتا ہے تو پوری توجہ، پوری دل جمعی سے ذکر کی برکات کو حاصل کرنے میں مرکوز کریں اور پوری توجہ سے ذکر کریں اور اپنے قلب کا مطالعہ کریں اور آنکھوں کے سامنے رکھیں کہ اس میں کوئی تبدیلی آ رہی ہے یا نہیں۔ سوچیں کیسی ہیں؟ بکھری بکھری ہیں یا کہیں یکجا ہو رہی ہیں، دل کیا چاہتا ہے؟ شریعت پر عمل کروں یا...... بعض اوقات بندہ آجاتا ہے پھر دل چاہتا ہے بھاگو نکلو یہاں سے...... وہ کام یاد آگیا، وہ بات یاد آگئی، فلاں کا فون...... موبائل فون نے یکسوئی تباہ کر رکھی ہے۔ بندہ نماز پڑھ رہا ہو، جنازہ پڑھ رہے ہوتے ہیں اور جیب میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی چلی جاتی ہے۔ خدا کا خوف کرو چند لمحے تو اسے خاموش (silent) کردو۔ جب یہ نہیں تھے تب بھی تو ہم زندہ تھے کوئی ٹیلی فون کا نام نہیں ہوتا تھا۔ تب بھی تو زندہ تھے اور سارے کام ہو رہے تھے۔ لوگوں نے ان چیزوں کو اپنے اوپر مسلط کر دیا ہے۔ اگر کچھ لمحے ملے ہیں، سال بعد اجتماع ہوگا کون سال رہے گا، کون نہیں ہوگا ہمیں سکھانے سمجھانے والے ہوں گے یا نہیں ہوں گے، ہم سال بعد ہوں گے یا نہیں ہوں گے۔ ان لمحات کو قیمتی سمجھ کر محنت کریں اور جس کام کے لیے آئے ہیں اللہ آپ

کو کامیاب کرے اس پر توجہ دیں، باتیں تو سارا سال ہوتی رہتی ہیں اور زندگی بھر ہوتی رہتی ہیں، ہوتی رہیں گی۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العٰلمین۔

بقیہ اداریہ ''حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ''

1936ء میں آپ نے شعبہ تصوف میں قدم رکھا اور حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ (مدفون لنگر مخدوم ضلع سرگودھا) سے کیفیاتِ قلبی میں راہنمائی پائی اور پھر آپؒ کی وساطت سے حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تربیت پانا شروع کی اور چوبیس (24) برس اس شعبہ میں بسر فرمائے اور پھر مخلوق خدا کی باطنی تربیت کا آغاز فرمایا۔ آپؒ سے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے فیض پایا۔ آپؒ سے کیفیاتِ باطنی پانے والے خاص وعام کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ آپؒ کی مکمل سوانح عمری دیکھنے کے لیے کتاب ''حیاتِ جاوداں'' سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ (جو دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال سے بآسانی دستیاب ہے)

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ (المائدہ:54)

عنقریب اللہ ایسے لوگ پیدا کردیں گے جن سے وہ محبت کریں گے اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (المائدہ:54)

قلزمِ فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خانؒ وہ نام ہے جنہیں مجددِ طریقت کہنا حق بجانب ہے کہ آپؒ نے صدیوں کی دھول میں پہنچنے والے رواجات کو رد کر کے لطائف سے مراقبات تک فنافی الرسولؐ سے منازلِ بالا تک تصوف کو کتابی، واضح، تحریراً اور تربیتاً سہل فرما دیا اور سب سے بڑھ کر اللہ پاک نے یہ خصوصی انعام آپ کو عطا فرمایا کہ آپؒ نے اپنی حیثیت میں نظر کرم کی وہ سنت زندہ فرمائی کہ ہر آنے والا خواہ مرد ہے یا عورت، جوان ہے یا بوڑھا، بچہ ہے یا بڑا اپنی استعداد کے مطابق کیفیاتِ باطنی سے حصہ پا گیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ بطور کرامت آپؒ کو نصیب ہوا اور تاریخ تصوف گواہ ہے کہ خیر القرون کے بعد یہ عطا فقط آپؒ کے حصے میں آئی۔ آپؒ نے 18 فروری 1984ء بمطابق 16 جمادی الاول 1404ھ کو دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف سفر فرمایا۔ اللہ پاک ہر لحظہ آپؒ کے درجات بلند فرمائے کہ آپؒ کے سبب اللہ کریم نے ہم گناہگاروں کو بھی یہ تسلسل حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کی صورت میں عطا فرمایا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

دعائے مغفرت

1- اسلام آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ذوالقرنین کی والدہ محترمہ
2- ضلع اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی خان محمد کی اہلیہ
3- ڈیرہ اسماعیل خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی پروفیسر محمد اسلم صاحب
4- بورے والا سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد طارق بشیر صاحب
5- چنیوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی چوہدری احتشام الرحیم سدھو، ایڈووکیٹ کی والدہ محترمہ
6- شاہکوٹ ضلع ننکانہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ہیڈ ماسٹر محمد شریف نسیم صاحب
7- شاہکوٹ ضلع ننکانہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شفیق کی اہلیہ
8- دارالعرفان منارہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رحمت علی (قاری آفتاب احمد صاحب کے والد محترم)
9- لاہور سے سلسلہ عالیہ کے صاحب مجاز مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب

وفات پاگئے ہیں ان سب کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

لڑکی: عمر 33 سال۔ تعلیم B.Com کیلئے مناسب رشتہ درکار ہے۔
سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کو ترجیح دی جائے گی۔
رابطہ نمبر: 0321-4353033

من الظلمٰت الی النور

محمد منیر (لاہور)

یہ فروری 2009ء کی ایک سہانی شام تھی۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، ہم لوگ میس سے کھانا کھا کر باہر نکلے تو میرے سینئر جعفر صاحب نے مجھے ذکر الٰہی کی دعوت دی (اس وقت ہم تین ساتھی تھے) جس کو میں ٹال نہ سکا اور جواباً عرض کیا کہ اللہ کا ذکر تو ضرور کرنا چاہیے۔ اس طرح سے ہم مسجد کی جانب چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر بعد از وضو ہم مسجد کے دائیں کونے میں بیٹھ گئے (یہ گوشہ، یہ جگہ مجھے زندگی بھر یاد رہے گی اس لیے کہ اللہ نے مجھے یہاں سے ذکر الٰہی جیسی عظیم دولت سے نوازا) جعفر بھائی نے مجھے مختصراً ذکر کی فضیلت اور طریقہ بتایا اور ایک اور بڑی بات بتائی کہ یہ کرنے والا کام ہے جب آپ کم از کم دو وقت توجہ سے اسے کرو گے تو آپ کو خود بخود پتہ چل جائے گا جو کہ 100 فیصد درست ثابت ہوئی۔ بس اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ایسا کرم ہوا کہ اس نے باقاعدگی سے ذکر الٰہی کی توفیق عطا فرما دی۔

میں اس سے پہلے بھی قادریہ سلسلہ میں ایک بزرگ سے بیعت تھا لیکن قلبی اطمینان نہیں تھا۔ ہر وقت دل میں یہ بات آتی کہ کچھ اور ہے صرف یہی حرف آخر نہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا کہ یا اللہ نیک بندوں سے ملا جو واقعی حق پہ ہیں تو اللہ کریم نے حضرت شیخ المکرم کی صحبت عطا فرما دی۔ مزید برآں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کونسی ایسی بات تھی جس نے مجھے جعفر صاحب کی باتوں پر یقین دلایا وگرنہ تقریر و تحریر اور دعوت دینے والوں کی تو کمی نہیں، وہ میں نے ان پر حضرت جی کا رنگ دیکھا کیونکہ جس دفتر میں ہم کام کرتے تھے وہاں بہت زیادہ مصروفیت تھی۔ سارا دن اور پھر رات بھی دیر تک بیٹھے رہنا لیکن اس سارے کے باوجود جعفر بھائی اپنے معمولات کے لیے وقت ضرور نکال لیتے۔ ہر وقت ہشاش بشاش، جب بات کرو تو بہت مثبت اور اطمینان بخش جواب دیتے۔ حیرانگی ہوتی تھی کہ اتنی زیادہ دنیوی مصروفیات کے باوجود تہجد، ذکر الٰہی، نماز پنجگانہ، درود شریف اور مثبت رویہ میں کبھی کوتاہی نہ کرتے۔ یہی وہ حضرت جی کی صحبت کی چھاپ تھی کہ ''صوفی کبھی نکما نہیں ہوتا''۔ جس نے مجھے یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کوئی تو ایسی بات ہے جو ان میں ہے اور میرے اندر اس کی کمی ہے۔ یہ تو پتہ ہی بعد میں چلا کہ ذکر الٰہی اور حضرت شیخ المکرم کی صحبت میں جو بھی آتا ہے، آپ اس کو اسی طرح رنگ چڑھا دیتے ہیں۔

شروع شروع میں تھوڑی دقت محسوس ہوئی لیکن اس عمل سے اتنا لطف آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنانے کی توفیق ارزاں فرما دی۔ ذکر شروع کرنے کے بعد جعفر بھائی نے دارالعرفان جانے کا مشورہ دیا تو اللہ کریم کے فضل و کرم سے جون جولائی میں سالانہ اجتماع آ گیا اور مجھے پروردگار نے 9 جولائی 2009ء اجتماع کے آخری دن اس عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد پھر کیا تھا کہ زندگی کا رخ ہی بدل گیا، نمازوں کی فکر اور اس میں کیفیت، ذکر میں لطف و سرور، زندگی میں ٹھہراؤ آ گیا حتیٰ کہ داڑھی بھی سنت کے مطابق رکھ لی اور سر پر ٹوپی بھی آ گئی جو کہ پہلے کبھی نہ تھی۔

2010ء میں مجھے ہیپا ٹائٹس سی ہو گیا اور اس کی ویکسینیشن شروع کروائی تو چھ مہینے دفتر سے رخصت مل گئی۔ اس دورانیہ میں مجھے سلسلہ عالیہ کی کتب پڑھنے کا بہت موقع ملا اور گھر سے اٹک آتے جاتے ہوئے حضرت جی کی صحبت نصیب ہو جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیماری تو ایک بہانہ بنی اور مجھے اس دورانیہ میں اللہ کریم نے روحانی طور پر بہت

فائدہ عطا فرمایا۔

اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے مجھے پرخلوص ساتھی عطا فرمادیئے جن کی وجہ سے اللہ کے پاک نام کی عظمت دل میں جمنے لگی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ کے اندر خلوص، للّٰہیت اور بنی نوع انسان کا درد ہے کہ اللہ سب کو درِدل جیسی نعمت عظمیٰ سے نواز دے۔ کوئی دکھاوا، بناوٹ یا دنیوی فائدے والی بات ہرگز نہیں بلکہ ساتھی اپنی جیب سے خرچ کر کے مخلوق خدا کو دعوت الی اللہ دیتے ہیں۔ اسی دوران اکرم التراجم کی تقریب رونمائی کے سلسلے میں ہم باقی ساتھیوں کی مانند اپنے ساتھیوں کی ایک گاڑی لے کر گئے اور واپسی پر سب لوگ جو بیعت نہ تھے مطمئن اور کیفیات قلبی لے کر لوٹے۔

سلسلہ عالیہ کی برکات کے صدقے اللہ تعالیٰ کی ذات نے بہت کچھ عطا فرمادیا لیکن تحدیث نعمت کے طور پر ایک دو باتیں ضرور عرض کرنا چاہوں گا جس سے بندے کے ایمان ویقین میں پختگی آتی ہے۔ حضرت جی فرماتے ہیں کہ ''ذکر الٰہی سے راہیں کھل جاتی ہیں اور بندہ حفاظت الٰہیہ میں آجاتا ہے''، یہ بات بالکل لفظ بلفظ درست ہے۔ ایک بار میں گھر چھٹی آیا ہوا تھا صبح تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد گھر کے صحن میں بیٹھ کر ذکر شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز میرے دونوں بازوؤں کے اوپر سے گزری ہے تو میں نے ذکر بند کر دیا اور آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک سانپ نزدیکی کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں اندھیرے میں سانپ کو مارنے کے لیے کوئی چیز ڈھونڈنے لگا تو والد صاحب بھی اُٹھ گئے اور انہوں نے سانپ کو ماردیا۔ یہ اللہ کا کرم اور سلسلہ عالیہ کی برکت ہے کہ اس نے ایک موذی سانپ سے بچالیا۔

2013ء میں میری پوسٹنگ لاہور ہوگئی تو میرے پاس تقریباً تین ہزار روپیہ تھا جو کہ ساتھیوں نے تعمیر مسجد اور لنگر کے لیے جمع کروایا تھا۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا ہم نے گھر کا سامان سمیٹا مگر وہ روپے اور ساتھیوں کی لسٹ وہیں کہیں رہ گئی۔ بھائی علی شیر نے ہماری افطاری کا انتظام کیا ہوا تھا میں نے وہ رقم بھی انہی کے حوالے کرنا تھی کیونکہ میرے بعد حلقہ ذکر کی ذمہ داری ان کی تھی مگر وہ پیسے تو وہیں رہ چکے تھے، تلاش کرنے کے باوجود نہ مل سکے۔ لاہور آکر میں نے اس شخص سے رابطہ کیا جس نے میرے بعد وہ گھر لیا مگر اس نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے وہ رقم اپنے سے ادا کر دی اور اللہ کا شکر ادا کیا لیکن مزے والی بات یہ ہے کہ اس واقعے کے ایک سال بعد ایک دن بھائی علی شیر کی کال آئی کہ بھائی آپ کے کچھ پیسے دینے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کونسے پیسے تو انہوں نے کہا کہ وہی تین ہزار روپیہ جو گم ہوگیا تھا۔ ایک دن وہی شخص جس نے آپ سے گھر لیا میرے پاس آیا اور بولا کہ میرے پاس منیر بھائی کے تین ہزار روپے پڑے ہوئے ہیں جو کہ میں لوٹانا چاہتا ہوں حالانکہ وہ پہلے انکار کر چکا تھا۔ اس طرح وہ رقم جو میرے وہم وگمان میں نہیں تھی اللہ کے کرم سے واپس مل گئی۔ درج بالا دونوں واقعات حفاظت الٰہیہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ بندہ جب اپنے خالق کی راہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ کی ذات یقیناً اس کی مدد فرماتی ہے۔ یہ سب باتیں تحدیث نعمت اور ساتھیوں کی معلومات کیلئے ہیں کہ اللہ ہمیں استقامت عطا فرمائے اور ہم اپنے عظیم شیخ اور سلسلہ عالیہ کی عظمت کو جاننے کی کوشش کریں اور اس نعمت عظمیٰ کو آگے پھیلانے کی کوشش کریں۔

الحمدللہ! اٹک میں ہی رہتے ہوئے عرصہ قلیل میں اللہ کی بابرکات ذات نے مجھ جیسے نااہل کو روحانی بیعت جیسی عظیم نعمت سے نوازا اور اس سے آگے کا طلب گار بنادیا۔ یہ سب میرے عظیم شیخ کی توجہ کا نتیجہ ہے کہ کہاں ہم نالائق اور کہاں یہ روحانی سفر۔ یہاں کسی سے رنگ، نسل، قبیلہ، خاندان، فرقہ، مسلک نہیں پوچھا جاتا بلکہ ہر آنے والے کو ذکر قلبی جیسی نایاب دولت سے مالا مال کیا جارہا ہے۔ دعا ہے اللہ ہماری عمر بھی ہمارے شیخ کو لگادے، ان کو اچھی صحت عطا فرمائے اور ان کا یہ مشن اسی طرح آگے بڑھتا جائے۔ آمین! آخر میں ان الفاظ سے سمیٹتا ہوں کہ اللہ سب ساتھیوں کو اور مجھ کو بھی استقامت علی الدین نصیب فرمائے اور اپنے حضرت جی کے اس مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قسط نمبر 2

ریا اور اُس کا علاج

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "کیمیائے سعادت" سے انتخاب

ترجمہ: مولانا فخر الدین احمد صدیقی

ریا کے درجوں کا بیان

اے عزیز! جان لو کہ ریا کے درجے مختلف ہیں۔ کوئی درجہ بہت بڑا ہے۔ ان درجوں کا تفاوت تین اصلوں سے ہے۔ پہلی اصل یہ ہے کہ قصد ریا بے قصد ثواب کے ہو جیسا کہ روزہ رکھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اگر اکیلا ہوتا تو نہ کرتا یہ بہت بڑی ریا ہے۔ اس کے سبب سے بڑا عذاب ہوگا اور اگر ثواب کا قصد بھی رکھتا ہے لیکن اگر تنہا ہوتا تو نہ کرتا یہ بھی پہلے درجے کے قریب قریب ہے اور خفیف سا قصد اسے حق تعالیٰ کے غصہ سے نہ بچائے گا اور اگر ثواب کا قصد غالب ہے جیسا کہ اگر اکیلا ہوتا تو بھی کرتا لیکن اگر کوئی دیکھتا ہے تو خوشی زیادہ ہوتی ہے اور نماز روزہ اس پر آسان تر ہو جاتا ہے تو ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ اس سے عبادت باطل اور ثواب حبط نہ ہو جائے لیکن جس قدر ریا ہوگی اس قدر عذاب کریں گے یا اتنا ثواب کم دیں گے اور دونوں قصد برابر ہیں، ایک کو دوسرے پر غلبہ نہیں تو یہ صورت شرکت کی ہے۔ ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اس ریا کے سبب سے صحیح سلامت نہ بچ جائے گا بلکہ معذب ہوگا۔ دوسری اصل اس چیز کا تفاوت ہے جس میں ریا کرتے ہیں وہ عبادت ہے اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ، اصل ایمان میں ریا۔ یہ ایمان منافق کا ہوتا ہے اس کا انجام کار کافر سے بھی بدتر اور سخت تر ہوگا کیونکہ منافق باطن میں کافر بھی ہے اور ظاہر میں دغا بھی کرتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں ایسے بہت لوگ ہوئے ہیں اب کم ہوتے ہیں مگر اباحتی لوگ اور جو لوگ ملحد ہو گئے ہیں اور شریعت اور آخرت کا ایمان نہیں رکھتے ہیں اور ظاہر میں اس کے خلاف کرتے ہیں یہ بھی منجملہ منافقین ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

دوسرا درجہ، اصل عبادت میں ریا ہوتی ہے جیسے لوگوں کے سامنے کوئی شخص بے طہارت نماز پڑھے یا روزہ رکھے اور اگر تنہا ہوتا تو نہ رکھتا یہ بڑی ریا ہے لیکن ویسی نہیں ہے جیسے اصل ایمان میں ریا غرضیکہ آدمی جب خلائق کے نزدیک اور اپنی قدر و منزل کو خدا کے نزدیک سے زیادہ دوست رکھے گا تو اس کا ایمان ضعیف ہوگا۔ اگرچہ کافر نہ ہو جائے گا لیکن اگر توبہ نہ کرے گا تو مرنے کے وقت خطر کفر میں رہے گا۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اصل ایمان اور اصل فرائض میں ریا نہ کرے مگر سنت میں کرے مثلاً نماز تہجد پڑھے اور صدقہ دے اور جماعت کے واسطے جائے اور عرفہ، عاشورہ، دوشنبہ، پنجشنبہ کے دن اس واسطے روزہ رکھے تاکہ لوگ اس کی مذمت نہ کریں یا اس کی تعریف کریں اور شاید کہے کہ اس کا کرنا نہ کرنا یکساں ہے کہ یہ مجھ پر واجب نہیں ہے اب مجھے ثواب کی کچھ تمنا نہیں ہے چاہے کچھ عذاب بھی نہ ہو اور ایسا نہیں ہے کیونکہ عبادتیں خدا واسطے ہیں ان میں خلق کا کچھ حصہ نہیں ہے جب خلق کے واسطے کرے گا تو ایسی چیز جو خدا ہی کا حق ہے خدا سے خلق کو درپیش رکھا اور یہ خدا کے ساتھ دل لگی بازی ہے اور موجب عذاب ہوگا اگرچہ اس شدت سے نہ ہو جس شدت سے فرائض میں ریا کرنے سے ہوتا ہے اور جو سنتیں صفات عبادت ہیں ان میں ریا کرنا بھی اس کے قریب ہے مثلاً جب کسی کو دیکھتا ہے تو رکوع اچھی طرح سے کرتا ہے اور اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا، قرات بہت کرتا ہے طلب جماعت کرتا ہے، اگلی صف کا قصد کرتا ہے، زکوۃ بہتر مال میں سے دیتا ہے، روزہ میں زبان کو محفوظ رکھتا ہے، گوشہ میں بیٹھتا ہے اور تنہائی میں یہ باتیں نہیں کرتا ہے۔

تیسری اصل ریاکار کے مقصود کا تفاوت ہے کہ ریا سے ریاکار کو لابد کوئی غرض ہوگی اس کے بھی تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ اسے جاہ مقصود ہوتا کہ اس جاہ کے سبب سے کسی فسق اور گناہ کو پہنچے جیسا کہ خود امین اور متقی اور شبہہ کی چیزوں سے پرہیزگار بنا کر دکھاتا ہے تاکہ اسے وقف کی چیزوں کا اور قضا اور وصایا اور ودیعت اور امانت اور مال یتیم کا متولی کردیں کہ وہ اس میں خیانت کرے یا زکوٰۃ اور صدقہ کا مال اسے دیں کہ مستحقوں کو بانٹ دے یا راہ حج میں فقیروں پر نفقہ کردے یا صوفیوں کی خانقاہ میں صرف کرے یا مسجد یا سرا اور پل اور اس کی تعمیر میں خرچ کرے یا مجلس کرتا ہے اور اپنے خود کو پارسائی کے ساتھ موصوف دکھاتا ہے اور کسی عورت کو گھورتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ عورت میرے ساتھ رغبت کرے تاکہ برے طور پر اس کے ساتھ مل بیٹھے یا کسی مجلس میں جاتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ کسی رنڈی یا لونڈے کو گھورے اور مثل اس کے بہت ہی سخت اور بد مقصود ہیں کہ خدا کی عبادت کے حیلہ سے اس کے گناہ میں مرتکب ہوا چاہتا ہے۔ اسی طرح شاید کسی کو سگی ماں یا عورت کے ساتھ تہمت لگائیں، وہ اپنا مال صدقہ دے کر پرہیزگاری جتائے تاکہ اس تہمت سے بچے اور لوگ کہیں کہ جو شخص اپنا مال تو صدقہ کرتا ہے وہ اوروں کے مال کو کیونکر حلال جانے گا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ فعل مباح اس کی غرض ہو جیسے کوئی واعظ خود پارسائی کے ساتھ موصوف دکھائے اس غرض سے کہ لوگ کچھ اسے دیں یا کوئی عورت اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے یہ شخص بھی حق تعالیٰ کے عتاب میں ہے اگرچہ اس کا گناہ ویسا سخت نہیں جیسا پہلے درجہ والے کا تھا اس نے بھی خدا کی عبادت کو متاع دنیا کا حیلہ کیا اور عبادت خدا کا تقرب اور سعادت آخرت پانے کے واسطے ہوتی ہے۔ جب اس نے عبادت سے حصول دنیا کو قصد کیا تو بڑی خیانت کی۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسے کسی چیز کی طلب اور خواہش نہ ہو لیکن اس بات سے حذر کرتا ہے کہ لوگ اسے چشم حقارت سے دیکھیں۔ یہ چاہتا ہے کہ مجھے زاہدوں اور صالحوں کی طرح دیکھیں مثلاً جاتا ہے جب کسی کو دیکھتا ہے تو بہت آہستہ آہستہ چلنے لگتا ہے اور سر جھکا لیتا ہے، پیروں کی طرح چلنے لگتا ہے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ وہ اہل غفلت میں سے ہے اور جانیں کہ راہ میں بھی دین کے کام میں رہتا ہے یا ہنسی آتی ہو اور روک لے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بیہودہ پن اس پر غالب ہے یا اس خوف سے مزاح نہ کرے کہ لوگ کہیں گے کہ مسخرا پن کرتا ہے یا آہ سرد کھینچے اور استغفار کرے اور کہے سبحان اللہ! آدمی کس غفلت میں پڑا ہے باوجود ان چیزوں کے جو درپیش ہیں ہمیں غفلت کا کیا محل ہے اور حق تعالیٰ اس کے دل کا دانائے حال ہے کہ اگر وہ تنہا ہوتا تو استغفار اور افسوس نہ کرتا یا اس کے سامنے لوگ کسی کی غیبت کریں تو کہے کہ آدمی کو اس سے زیادہ ضروری کام ہے کہ اپنے عیب اور غیبت میں مشغول ہونا چاہیے تاکہ لوگ جانیں کہ یہ غیبت نہیں کرتا یا لوگوں کو دیکھے کہ تراویح اور تہجد کی نماز پڑھتے ہیں یا دوشنبہ یا پنجشنبہ کو روزہ رکھتے ہیں اور اگر وہ نہ کرے گا تو اسے کاہل جانیں گے۔ اس خوف سے ان کی موافقت کرے یا عرفہ اور عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھے اور پیاسا ہو کر پانی نہ پیئے تاکہ لوگ جانیں کہ روزہ دار ہے یا یہ نہ جانیں کہ روزہ دار نہیں ہے یا کوئی کہے کہ کھانا کھا، جواب دے کہ مجھے عذر ہے یعنی میں روزہ دار ہوں اور ہو نہیں۔ یہ جواب دے کر دو پلیدی جمع کرتا ہے ایک نفاق کیونکہ حقیقت میں روزہ دار نہیں ہے۔ دوسرے یہ جتاتا ہے کہ میں صریح نہیں کہتا ہوں کہ روزہ دار ہوں اور اپنی عبادت کو پوشیدہ کرتا ہوں کیونکہ میں کہتا ہوں کہ مجھے عذر ہے۔ یہ نہیں کہتا کہ روزہ دار ہوں اور چاہتا ہے کہ خود کو مخلص بھی ظاہر کرے اور شاید کہ صبر نہ آئے اور پانی پی کر عذر کرنے لگے کہ میں کل بیمار اور رنجور تھا آج روزہ نہ رکھ سکا یا فلانے آدمی نے میرا روزہ کھلوا ڈالا اور شاید کہ فوراً نہ کہے کہ لوگ ریا سمجھیں بلکہ تھوڑی دیر ٹھہر کر کہیں کی کوئی بات نکالتا ہے اور کہتا ہے کہ میری ماں کو نہایت ضعف قلب ہے کہ لوگ سمجھیں کہ اگر بیٹا روزہ رکھے تو ماں ہلاک ہو جائے یعنی اپنی ماں کی خاطر کے واسطے زیادہ روزہ نہیں رکھتا۔ یا کہے کہ آدمی جب روزہ رکھتے ہیں تو رات کو نیند جلدی آتی ہے اور شب بیداری نہیں کرسکتے غرضیکہ جب ریا کی پلیدی دل میں ہوتی ہے تو یہ باتیں اور ان کے مثل اور باتیں شیطان زبان سے نکلواتا ہے اور قاری جاہل اس سے غافل ہیں کہ اپنی

جڑ اُکھاڑتے ہیں اور اپنی عبادت کا نقصان کرتے ہیں۔ اس ریا کا پہچاننا تو آسان ہے اور بعضی ریا چیونٹی کے پاؤں کی آواز سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے کہ زیرک اور عالم لوگ اس کے پہچاننے سے عاجز ہیں تو سیدھے سادے عابد کیا بیچارے ہیں۔

جو ریا چیونٹی کی چاپ سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اس کا بیان

اے عزیز! جان لو کہ بعضی ریا تو ظاہر ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کے بیچ میں تہجد کی نماز پڑھے اور اگر اکیلا ہو تو نہ پڑھے اس سے زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ ہمیشہ تہجد پڑھنے کی عادت ہو لیکن اگر کوئی شخص موجود ہو تو زیادہ خوشی سے پڑھے اور پڑھنا بہت آسان اور سبک معلوم ہو یہ ریا بھی ظاہر ہے چیونٹی کی چاپ کے مثل نہیں ہے کیونکہ اسے پہچان سکتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ریا ہوتی ہے جیسے کہ دوسرے کو دیکھنے سے تہجد میں خوشی بھی نہ بڑھے آسان بھی نہ معلوم ہو جس طرح ہر شب نماز پڑھتا تھا ویسا ہی رہے اور فی الحال کوئی علامت نہ ظاہر ہو لیکن جس طرح لوہے میں آگ ہوتی ہے اس طرح دل میں ریا ہو اور اس کا اثر اس وقت ظاہر ہوگا جبکہ لوگ جان جائیں گے کہ یہ شخص اس صفت پر ہے تو یہ خوش ہو اور اپنے دل میں کشادگی اور انبساط دیکھے یہ فرحت کو انکار اور کراہت سے دُور نہ کرے گا تو اس بات کا خوف رہے گا کہ مبادا یہ چھپی ہوئی رگ جنبش میں آجائے اور درپردہ چاہے کہ ایسا کوئی سبب کیجئے کہ لوگ آگاہ ہوجائیں اگر صراحتہً نہ کہے تو کنایتہً کہے اور اگر کنایتہً بھی نہ کہے تو انداز اور وضع سے ظاہر کرے خود کو جھکا ہوا اور شکستہ دل دکھائے تاکہ لوگ جانیں کہ شب بیدار رہتا ہے اور ریا کبھی اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتی ہے وہ اس طرح پر ہوتی ہے کہ آدمی نہ خلق کے مطلع ہونے سے خوش ہو اور نہ لوگوں کے حاضر اور موجود ہونے سے نشاط بڑھے لیکن اگر ریا سے دل خالی نہ ہوگا تو اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے پاس پہنچے گا اور پہلے سلام نہ کرے گا تو یہ اپنے دل میں تعجب دیکھے گا اور اگر کوئی شخص اس کی حرمت اور تعظیم فروگذاشت کرے گا یا خوشی سے اس کے کام کاج میں مستعد نہ رہے گا یا خرید و فروخت میں اس کی کچھ رعایت اور خاطر نہ کرے گا یا اسے اچھی جگہ بیٹھنے کو نہ دے گا تو وہ اپنے دل میں متعجب ہوگا اور انکار رکھے گا اگر وہ عبادت پوشیدہ نہ کی ہوتی تو یہ تعجب نہ ہوتا تو گویا اس کا نفس اس عبادت کے سبب سے عزت اور حرمت کا تقاضا کرتا ہے غرضیکہ جب تک عبادت کا ہونا اور نہ ہونا آدمی کے نزدیک یکساں نہ ہوجائے تب تک اس کا دل ریائے خفی سے خالی نہیں کیونکہ اگر وہ کسی کو ہزار دینار دے کر لاکھ دینار کی چیز لینا چاہے تو کسی پر احسان رکھے گا اور اپنی عزت اور حرمت کا آرزومند نہ ہوگا اور اس امر کا کرنا نہ کرنا اس کے نزدیک لوگوں کے حق میں برابر ہوگا تو جب سعادت ابدی کو پہنچنے کے واسطے خدا کی کچھ عبادت کرتا ہے تو اس کے عوض میں اپنی عزت اور حرمت کی اُمید کسی سے کیوں رکھنا چاہیے تو یہ ریا سب ریاؤں سے زیادہ خفی ہے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن پڑھے ہوؤں سے علماء کہیں گے کیا تمہارے ہاتھ لوگوں نے سودا بہت سستا نہیں بیچا اور کیا تمہارے کام کاج میں مستعد نہیں رہے اور کیا پہلے تمہیں سلام نہیں کیا یعنی یہ سب باتیں تمہارے اعمال کی جزا تھیں جو تم حاصل کر چکے اور تم نے اپنے اعمال کو خالص نہیں رکھا۔ ایک شخص جو خلق سے بھاگ کر عبادت میں مشغول ہوا تھا وہ کہتا ہے کہ ہم فتنہ سے بھاگے ہیں اور خوف ہے کہ ہمارے کام میں خلق کے سبب سے کچھ فتنہ نہ پیدا ہوجائے کیونکہ جب ہم کسی کو دیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ ہماری عزت اور حرمت اور ہمارا حق نگاہ رکھے۔ اسی سبب سے مخلص لوگوں نے کوشش کی ہے تاکہ اپنی عبادت کو اس طرح چھپائیں جس طرح فواحش اور معاصی کو کیونکہ وہ سمجھے ہیں کہ جو عبادت خالصاً للہ ہوو ہی قیامت کے دن قبول ہوگی ان کی مثل اس شخص کے مانند ہے جو حج کو جاتا ہے اور جانتا ہے کہ جنگل میں زر خالص ہی چلے گا اور وہاں جان کا خطرہ ہوگا۔ تو وہ زر خالص مغربی پیدا کرتا ہے اور جو سونا کھوٹا ہوا سے پھینک دیتا ہے اور حاجت کے دن کو نگاہ رکھتا ہے اور قیامت کے دن سے زیادہ کسی دن خلق عاجز نہ ہوگی۔ اور جو کوئی آج عمل خالص نہیں کرتا فردائے قیامت کو خراب رہے گا اور کوئی اس کا ہاتھ نہ پکڑے گا جب تک آدمی یہ فرق کرتا ہے کہ میری عبادت چار پایہ دیکھتا ہے یا آدمی تب تک ریا سے خالی نہیں۔ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو ریا

بالکل پوشیدہ اور تھوڑی ہے وہ بھی شرک ہے یعنی خدا کی عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا ہے۔ جب خدائے تعالیٰ کے علم کو بس نہ سمجھا تب تو اور کے جاننے نے اس کی عبادت میں اثر کیا۔

فصل:

اے عزیز! جان لو کہ جو شخص اس سبب سے خوش ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس کی عبادت کی اطلاع ہو وہ ریا سے خالی نہیں اور جو خوشی حق پر ہوتی ہے اس کے چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ اس خیال سے خوش ہو کہ اس نے عبادت پوشیدہ رکھنے کا قصد کر رکھا اور حق تعالیٰ نے اس کی بے قصدی ظاہر کر دی اور گناہ وقصور بہت سے کیے تھے وہ خدا نے نہ ظاہر کیے اور یہ سمجھ کر خوش رہتا ہے کہ اس پر حق سبحانہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکریم ہے کہ اس کی برائی پوشیدہ رکھتا ہے اور نیکی ظاہر کرتا ہے تو یہ خوشی حق سبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے سبب سے ہے لوگوں کی تعریف اور قبولیت کی وجہ سے نہیں جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی خوش ہو اور کہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے میری برائیاں دنیا میں پوشیدہ رکھیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت میں بھی پوشیدہ رکھے گا کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ایسا کریم ہے کہ اس سے یہ بات بہت بعید ہے کہ دنیا میں بندے کے گناہ چھپائے اور آخرت میں رسوا کرے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ یہ سمجھ کر خوش ہو کہ لوگوں نے جب اس کی عبادت دیکھی تو اس کی پیروی کریں گے اور سعادت کو پہنچیں گے حتیٰ کہ اس کے واسطے پوشیدہ کا ثواب بھی لکھیں گے کہ اس نے پوشیدہ رکھنے کا قصد کیا اور علانیہ کا ثواب بھی لکھیں گے کہ بے قصد کے عبادت ظاہر ہوگئی۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اس سبب سے خوش ہو کہ جس نے اس کی عبادت دیکھی وہ اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا ہے اور وہ اس تعریف اور عقیدے کے سبب سے حق سبحانہ تعالیٰ کا مطیع رہتا ہے اور خدا کی اطاعت سے خوش ہوتا ہے نہ اپنی جاہ سے جو لوگوں کے نزدیک حاصل ہوئی۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی اطاعت سے مطلع ہو تو بھی ایسا ہی خوش ہو۔

اس ریا کا بیان جو عمل باطل کر دیتی ہے

اے عزیز! جان تو کہ ریا کا خیال یا عبادت کے پہلے یا بعد یا بیچ میں ہوتا ہے پہلا وہ کہ جو خیال ریا عبادت کے پہلے ہوتا ہے وہ عبادت کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ نیت میں اخلاص شرط ہے اور اس خیال کے سبب سے اخلاص باطل ہو جاتا ہے لیکن اگر ریا اصل عبادت میں نہ ہو مثلاً ریا کے سبب سے اول وقت آدمی نماز کی جلدی کرے اور اگر تنہا ہوتا تو اصل نماز میں قصور نہ کرتا تو اول وقت کا ثواب باطل ہوگا۔ اصل نماز چاہے تو باطل نہ ہو درست ہو کیونکہ اصل نماز میں اس کی نیت پاک ہے جیسا کوئی شخص غصب کیے ہوئے مکان میں نماز پڑھے تو فرض ادا ہو جائے گا اگر چہ گناہگار ہوگا لیکن نفس نماز کے سبب سے گناہ گار نہ ہوگا اسی طرح یہاں پر بھی نفس نماز میں ریا کار نہیں ہے بلکہ فقط وقت میں ہے اور اگر اخلاص کے ساتھ نماز پوری کرے پھر ریا کا خطرہ گزرے اور نماز کا اظہار کرے تو پڑھی ہوئی نماز باطل نہ ہوگی۔ لیکن اس خیال ریا کے سبب سے معذب ہوگا۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے کل سورہ بقر پڑھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ عبادت سے اسے یہی نصیب تھا یعنی جو اظہار کیا۔ ایک شخص نے رسول مقبول ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں برابر روزے رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نہ روزہ دار ہے نہ روز خور۔ محدثین نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ تو نے اظہار کیا تو روزہ باطل ہوگیا اور ہمارے نزدیک ظاہراً یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابن مسعودؓ نے یہ اس لیے فرمایا کہ اس کے اظہار سے جانا کہ عبادت کے وقت ریا سے خالی نہ تھا لیکن اگر خالی ہو تو جو عبادت کہ درست ہوئی اور تمام ہوگئی پھر ریا سے اس کا باطل ہو جانا بعید ہے اور اس حدیث کے یہ معنی بھی کہتے ہیں کہ برابر روزہ رکھنا منع ہے لیکن جو ریا کا خیال عبادت کے درمیان آئے تو اگر اصل عبادت کی نیت کو مغلوب کرے تو عبادت باطل ہو جائے گی مثلاً نظارہ بازی کی چیز سامنے آئی یا کوئی چیز گم کی تھی وہ یاد پڑی اور اگر لوگ نہ

ہوتے تو نماز توڑ دیتا اور شرم سے نماز تمام کی، یہ نماز باطل ہوگی کیونکہ عبادت کی نیت جاتی رہی اور یہ کھڑا رہنا لوگوں کے واسطے ہے۔ اور اگر اصل نیت برقرار ہے مگر لوگوں کے دیکھنے سے خوشی پیدا ہوا اور نماز اچھے طور پر پڑھنے لگے تو ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نماز باطل نہ ہوگی اگر چہ اس ریا کے سبب سے گناہ گار ہوگا لیکن اگر کوئی شخص اس کی عبادت دیکھے اور یہ اس کے سبب سے خوش ہو تو حارث محاسبی کہتے ہیں کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس امر میں متوقف تھا اور مجھے ظن غالب یہ ہے کہ نماز باطل ہو جائے گی پھر کہا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کسی نے جناب رسول کریم ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی عبادت پوشیدہ کرتا ہوں لیکن لوگ جب اس سے واقف ہو جاتے ہیں تو میں خوش ہوتا ہوں تو رسول مقبول ﷺ نے فرمایا تجھے دو اجر ملیں گے۔ ایک عبادت پوشیدہ کا اجر دوسرے علانیہ کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں اور شاید کہ رسول مقبول ﷺ نے اس سے یہ بات مراد ہو کہ فراغت کے بعد عبادت کرنے والا خوش ہو یا مراد لی ہو کہ اپنی عبادت کے ظاہر ہو جانے میں حق تعالیٰ کے فضل سے خوش ہو جیسا کہ ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے۔ اس دلیل سے یہ معنی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کہے گا کہ لوگوں کے مطلع ہونے پر خوش ہونا زیادتی اجر کا سبب ہے، اگر چہ گناہ کا سبب نہ ہو یہ حارث محاسبی کی تقریر ہے اور ہمارے نزدیک معنی ظاہر یہ ہیں کہ اس قدر جو خوش ہو وہ جب عمل میں زیادتی نہ کرے اور اصل نیت برقرار ہے اور اس نیت کے حکم سے عمل کرے تو نماز باطل نہ ہوگی۔

ریا کے سبب سے دل کو جو بیماری پیدا ہو جاتی ہے اس کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ یہ بڑی بیماری ہے اس کا بڑا ہی علاج واجب ہے۔ بے کوشش کامل کے یہ بیماری علاج پذیر نہیں ہوتی اس واسطے کہ یہ بیماری مزاج دل کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور دل میں دخیل ہوگئی ہے مشکل سے علاج پذیر ہوتی ہے اور اس بیماری کی صعوبت کا سبب یہ کہ آدمی بچپن سے دیکھتا ہے کہ لوگ باہم رو در یا کا لحاظ رکھتے اور ایک دوسرے کی نگاہ میں خود کو آراستہ کرتے ہیں اور اکثروں کے ساتھ اس کا بھی شغل ہوتا ہے تو عادت بچے کے دل میں اُگنے لگتی ہے اور روز بروز زیادہ ہوتی ہے جب تک عقل کامل ہو جائے اور وہ جان لے کہ یہ زیاں کاری ہے تب تک وہ عادت غالب ہو جاتی ہے اس کا محو کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص اس بیماری سے خالی نہیں ہوتا اور مجاہدات تمام خلق پر فرض عین ہے اور اس معالجہ میں دو مقام ہیں ایک طلب مسہل کہ اس مادہ کو باطن سے قطع کر دے اور یہ علم وعمل سے مرکب ہے۔ علمی یہ ہے کہ اس بات کو ضروری جانے کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے اس سبب سے کرتا ہے کہ اسے اس وقت کچھ لذت ہو جب یہ جان لے گا کہ انجام کو اس کا ضرر اس درجہ ہے کہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس لذت سے دست بردار ہو جانا اس پر آسان ہو جائے گا جیسا کہ آدمی یہ جانے کہ شہد میں زہر قاتل ہے تو گو کہ اس کا لالچی ہو لیکن اس سے حذر کرے گا اور اصل ریا اگر چہ بالکل جاہ و منزلت کی محبت سے جمتی ہے لیکن تین جڑیں ہیں ایک جڑ ثنا وصفت کی محبت ہے۔ دوسری جڑ خوف مذمت ہے تیسری جڑ خلائق سے طمع رکھنا اسی واسطے تھا کہ اعرابی نے رسول مقبول ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں اس مرد کے حق میں جو حمیت دین کے سبب سے جہاد کرے یا اس واسطے کہ لوگ اس کی مردانگی دیکھیں یا اس لیے کہ لوگ اس کا ذکر کریں۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس واسطے جہاد کرتا ہے کہ کلمہ توحید بلند ہو وہ خدا کی راہ میں ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ آدمی اپنا ذکر اور اپنی تعریف طلب نہ کرے اور مذمت سے نہ ڈرے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اونٹ باندھنے کی رسی لینے کی نیت سے جہاد کرے تو جو نیت کی ہے اس کے سوا اور کچھ اسے نہ ملے گا تو یہی تین باتیں ریا کا سبب ہوتی ہے۔ ثنا وصفت کی حرص با ایں طور چھوڑنا چاہیے کہ قیامت کے دن اپنی رسوائی کا خیال کرے کہ برملا یوں پکاریں گے کہ اے ریا کار! اے فاجر! اے گمراہ! تجھے شرم نہ آئی کہ تو نے خدا کی عبادت لوگوں کی تعریف کے بدلے میں بیچ ڈالی اور دل میں خدا کی رضا مندی سے کام نہ رکھا اور خلق سے نزدیک ہونے کو

خدا سے دوری اختیار کی اور قبولیت خدا سے قبولیت خلق کو بہتر سمجھا اور خلق کی تعریف حاصل کرنے کو خدا کی مذمت پر راضی ہوگیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی شخص تیرے نزدیک ذلیل وخوار نہ تھا کہ تو نے سب کی رضامندی ڈھونڈی اور اس کے غصہ کا اندیشہ نہ رکھا۔ جب عقل مند آدمی اس رسوائی اور فضیحتی کو سوچے گا تو سمجھے گا کہ لوگوں کی تعریف ان رسوائیوں کے برابر نہیں ہوسکتی خصوصاً جب یہ سمجھے گا کہ جو عبادت میں کرتا ہوں اس کے سبب سے نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا اور جب ریا کے سبب سے یہ عبادت تباہ ہوجائے گی تو اس کے سبب سے گناہوں کا پلہ بھاری ہوجائے گا اور اگر یہ ریا نہ کرتا انبیاء اولیاء کا رفیق ہوا ہوتا۔ اب اس کے سبب سے دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھ پڑا اور محروموں کا ساتھی ہوگیا اور اس نے خلق کی رضامندی کے واسطے یہ سب کچھ کیا حالانکہ خود ان ہی کی رضامندی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ ایک خوش ہوتا ہے تو دوسرا ناخوش ہوتا ہے۔ ایک اگر تعریف کرتا ہے تو دوسرا مذمت کرتا ہے پھر بالفرض اگر سب تعریف ہی کریں تو ان کے ہاتھ نہ اس کی روزی ہے نہ عمر نہ سعادت دنیا نہ سعادت آخرت۔ کمال نادانی کی بات ہے کہ فی الحال تو اپنا دل پریشان کرے اور عاقبت کو ایسی لچر غرض کے واسطے حق تعالیٰ کے عذاب اور خفگی میں پڑے۔ آدمی کو چاہیے کہ یہ بات اور ایسی اور باتیں اپنے دل پر تازہ رکھے اور طمع کا علاج اس طور پر کرے جو محبت مال کے بیان میں ہم نے کہا ہے اور اپنے دل میں یوں فرض کرلے کہ شاید یہ طمع وفا نہ کرے اور اگر کرے بھی منت اور ذلت کے ساتھ اور حق تعالیٰ کی رضامندی دم نقد فوت ہوتی ہے اور خلق کے دل بے حق تعالیٰ کی مشیت کے مسخر نہیں ہوتے اور جب خدا کی رضامندی حاصل کرے گا تو وہ خود خلق کے دلوں کو مسخر کردے گا اور نہ حاصل کرے گا تو اس کی رسوائی آشکار ہوجائے گی اور دل بھی نفرت کریں گے اور خوف مذمت خلق کا علاج بایں طور کرے کہ اپنے دل میں کہے کہ میں اگر حق تعالیٰ کے نزدیک نیک اور محمود ہوں تو خلق کی مذمت مجھے نقصان نہ کرے گی اور معاذ اللہ اگر خدا کے نزدیک برا اور مذموم ہوں تو خلق کی ثنا وصفت کچھ فائدے نہ دے گی اور اگر اخلاص اختیار کرے گا اور پراگندگی خلق سے پاک رکھے گا تو حق تعالیٰ سب دلوں کو اس کی دوستی سے آراستہ کردے گا اور اگر ایسا نہ کرے گا تو لوگ خود اس کے نفاق اور اس کی ریا کو جھٹ پٹ پہچان لیں گے اور جس مذمت سے وہ ڈرتا ہے وہی پھر سامنے آئے گی اور خدا کی رضامندی تو فوت ہو ہی گئی اور جب دل حاضر کرے گا اور اخلاص میں ایک ہی ہمت اور خیال باندھے رہے گا تو دل خلق کی مراعات سے نجات پائے گا اور انوار الٰہی اس کے دل میں بھر جائیں گے۔ خدا کی مہربانی اور مدد اور عنایت متواتر ہوگی اور اخلاص اور اس کی لذت کی راہ اس کے دل میں کھل جائے گی اور علاج عملی یہ ہے اور کار خیرات اور طاعات کو ایسا چھپائے جیسے کوئی فواحش اور معاصی کو چھپاتا ہے تاکہ عبادت میں خدا کے علم پر قناعت کی عادت ہوجائے۔ یہ امر ابتدا میں دشوار ہوتا ہے لیکن جب محنت اور مشقت کرے گا تو اس پر آسان ہوجائے گا مناجات اور اخلاص کی لذت پانے لگے اور ایسا ہوجائے گا کہ اگر خلق دیکھے بھی تو وہ خود خلق سے غافل ہو۔ دوسرا مقام تسکین ہے یعنی جب ریا کا خطرہ اور خیال آنے لگے تو اس کو دور کرنا اگرچہ آدمی نے خود کو ایسا کرلیا ہے کہ خلق کے مال و دولت اور ثنا وصفت سے بے طمع ہوگیا ہے اور یہ سب چیزیں اس کی نظر میں حقیر ہوگئی ہیں لیکن شیطان عبادت میں ریا کے خطرے اور وسوسے ڈالتا ہے۔ پہلا خطرہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی یہ بات جانے کہ کسی کو اطلاع ہوگئی ہے یا اُمید ہے کہ اطلاع ہوجائے۔ دوسرا یہ کہ ایک رغبت دل میں پیدا ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہوجائے کہ لوگوں کے نزدیک اسے منزلت حاصل ہے۔ تیسرا اس رغبت کا قبول کرنا ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے تحقیق کرنے کا قصد کرے تو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ پہلے خطرے کو دفع کرے اور اپنے دل میں کہے کہ میں خلق کی اطلاع کو کیا کروں گا کیونکہ خالق تو مطلع ہے اور مجھے اسی کی اطلاع کفایت کرتی ہے۔ میرا کام خلق کے ہاتھ میں نہیں ہے اگر دوسرا خطرہ قبول خلق کی رغبت میں پیدا ہو تو جو کچھ پہلے فرض کیا تھا اسے یاد کرے کہ خلق کی قبولیت حق تعالیٰ کی رد اور غصہ کے ساتھ کیا فائدہ دے گی تاکہ اس رغبت کے مقابلہ میں اس خیال سے کراہت آئے وہ خواہش تو اسے قبول خلق کی طرف بلاتی ہے۔ یہ کراہت اس سے منع

کرے گی اور جو بات بہت غالب اور بہت قوی ہوتی ہے نفس اسی کا مطیع ہو جاتا ہے تو ان تینوں خطروں کے مقابلے میں تین کام اور کرے۔ ایک تو یہ معرفت کہ خدا کی لعنت اور غصہ میں رہے گا دوسرے کراہت جو اس معرفت سے پیدا ہو تیسرے یہ کہ ریا کے خطرے کو دور کرے اور شاید کہ ریا کی خواہش ایسا اژدھام کرے کہ دل میں کچھ جگہ باقی نہ رہے اور معرفت اور کراہت سامنے بھی نہ آنے پائے۔ اگرچہ اس کے پہلے اپنے دل میں بہت کچھ فرض کر چکا ہو اور جب ایسا ہو جائے تو شیطان کی جیت ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی خود کو حلم اور بردباری پر قائم رکھتا ہے اور غصہ کی آفتیں اپنے دل میں خوب سوچ چکا ہے۔ جب وقت آئے تو غصہ غالب ہو جائے اور وہ سب بھول جائے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ معرفت تو حاصل ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ ریا ہے لیکن چونکہ خواہش قوی ہو تو کراہت نہ پیدا ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کراہت بھی ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ ریا ہے اور اسے دفع نہ کر سکے اور خلق کی قبولیت کی طرف میل کرنے لگے اور بہت عالم ایسے ہوتے ہیں کہ جانتے ہیں کہ ہم ریا کے ساتھ لوگوں سے بات کرتے ہیں اور یہ ہمارے واسطے نقصان کی بات ہے لیکن کہتے ہیں اور توبہ میں تاخیر کرتے ہیں تو ریا کو دفع کرنا قوت کراہت کے قدر ہوتا ہے اور قوت کراہت قوت معرفت کے قدر ہوتی ہے اور قوت معرفت قوت ایمان کے قدر ہوتی ہے اور اس کی امداد ملائکہ سے ہوتی ہے اور ریا خواہش دنیا کے قدر ہوتی ہے اور اس کی مدد شیطان سے ہوتی ہے اور آدمی کا دل ان دو لشکر متنازع کے درمیان ہوتا ہے اور اسے ہر لشکر کے ساتھ ایک مناسبت ہے جس کی مناسبت بہت غالب ہوتی ہے اس کے اثر کو بہت قبول کرتا ہے اور اس کی طرف بہت میل کرتا ہے اور یہ مناسبت آگے سے حاصل کیے رہتا ہے کیونکہ نماز کے پہلے بندہ خود کو ایسا کر لیتا ہے کہ فرشتوں کے اخلاق اس پر بہت غالب ہو گئے۔ باوصف اس کے شیاطین کے اخلاق اس پر غالب تر ہوتے ہیں۔ جب عبادت کے اندر ریا کا خیال آتا ہے تو وہی ظاہر ہونے لگتے ہیں اور تقدیر ازلی اسے ایسی جگہ کھینچ لے جاتی ہے جو قسمت ازلی سے اس کے حصہ میں ہے۔ وہ ملائکہ کی مشابہت کا غلبہ ہو یا شیطان کی مناسبت کا۔

18 مارچ 2015 سے داخلہ جاری

طالبات کے لیے خوشخبری

کلاسز کا باقاعدہ آغاز 11 مئی 2015 سے

صفارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج کا اجراء

علاقہ ونہار میں نظام تعلیم میں ملٹی میڈیا متعارف کروانے والا پہلا ادارہ

کورسز:- F.Sc (Pre.Med)، F.Sc(Pre-Eng)، I.C.S.، I.Com، F.A.(I.T.)

نمایاں خصوصیات

تدریس بذریعہ لیکچر سسٹم + ملٹی میڈیا

M.Sc، M.Phil تجربہ کار اساتذہ

ماہانہ ٹیسٹ کا خصوصی انتظام

سٹوڈنٹس کے لیے Presentation اور Saminars کا انعقاد

بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری

ہاسٹل کی سہولت، بہترین Mess، اعلیٰ سکیورٹی اور جنریٹر کی سہولت کے ساتھ

لڑکیوں کی دینی ماحول میں بہترین کردار سازی

گولڈن پیکیج:-

میٹرک میں 90% سے زائد نمبرز پر مفت تعلیم	85% سے زائد نمبرز پر نصف فیس	حافظ قرآن کے لیے خصوصی رعایت

صفارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال۔

رابطہ: 0341-0642642، 0332-8384222، 0543-562200

خواتین کا صفحہ

حضرت جمیلہ بنتِ سعد انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب:

قبیلہ خزرج کے خاندانِ حارث میں سے تھیں۔ اپنی کنیت اُم سعد سے مشہور ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان کی کنیت اُم العلا بھی تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

جمیلہؓ بنت سعدؓ بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر بن مالک بن امراء ....بن حارث بن خزرج اکبر

والد کی شہادت:

ان کے والد حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ ہجرتِ نبوی سے پہلے بڑے ذوق وشوق سے بیعتِ عقبہ اولیٰ اور بیعتِ عقبہ ثانی میں شریک ہوئے۔ ۲ھ میں غزوہ بدر میں دادِ شجاعت دی اور پھر غزوۂ احد میں مردانہ وار لڑ کر خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ دمِ واپسیں انہوں نے ہی انصار کو یہ پیغام دیا تھا کہ ''اگر آج رسول اللہ شہید ہو گئے اور تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ بچا تو اللہ کو ہرگز منہ نہ دکھا سکو گے اور اس کے سامنے تمہارا کوئی بھی عذر قبول نہ ہوگا۔ ہم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ پر فدا ہونے کا حلف اُٹھایا تھا''

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کفالت:

اپنے جلیل القدر والد کی شہادت کے وقت حضرت جمیلہ بہت کمسن تھیں۔ ان کی پرورش اور تربیت حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ذمے لے لی۔ حضرت ابوبکرؓ رشتہ میں حضرت جمیلہ کے پھوپھا تھے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی اہلیہ حبیبہؓ بنت خارجہ، حضرت سعد بن ربیعؓ کی چچا زاد بہن تھیں۔ صدیق اکبرؓ حضرت جمیلہؓ سے پدرانہ شفقت رکھتے تھے۔

ایک دن لیٹے ہوئے تھے اور حضرت جمیلہؓ کو اپنے سینے پر بٹھا کر نہایت محبت سے بار بار چوم رہے تھے اتنے میں ایک صحابی ملنے کے لیے تشریف لائے انہوں نے یہ منظر دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا۔ اے ابوبکرؓ! یہ بچی کون ہے؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا: ''یہ اس شخص کی بیٹی ہے جس کو اللہ نے بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ پر اپنی جان قربان کر دی اور قیامت کے دن حضور ﷺ کے نقیبوں میں شمار ہوگا۔''

تعظیم وتکریم:

حضرت ابوبکر صدیقؓ شفقت پدری کے ساتھ ساتھ ان کی نہایت تعظیم وتکریم بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے عہد خلافت میں حضرت جمیلہؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے اپنی چادر ان کے لیے بچھا دی۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے پوچھا: ''اے خلیفۃ الرسول ﷺ یہ خاتون کون ہیں؟ فرمایا: ''یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو ہم دونوں سے بہتر تھا'' حضرت عمر فاروقؓ سخت حیران ہوئے ''وہ کیسے؟''

صدیق اکبرؓ نے فرمایا ''اس لیے کہ اس کے باپ سعدؓ بن ربیع نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے جنت الفردوس کی راہ لی اور ہم تم ابھی تک اس دنیا میں بیٹھے ہیں۔''

اکتسابِ فیض:

حضرت اُم سعدؓ نے متعدد جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے اکتساب فیض کیا۔ خصوصاً حضرت عائشہؓ سے۔ اس کے باعث علم وفضل کے اعتبار سے بڑے رتبے پر فائز ہوئیں۔

علم و فضل:

اہل سیر نے ان کے علم و فضل کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ نہ صرف راویہ احادیث تھیں بلکہ تفسیر قرآن کے رموز سے بھی کامل آشنا تھیں۔

نکاح:

حضرت اُمِ سعدؓ کا نکاح جلیل القدر صحابی حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری سے ہوا۔

اولاد:

حضرت خارجہؓ بن زید بن ثابت جن کا شمار فقہائے سبعہ میں ہوتا ہے ان ہی کے بطن سے تھے۔

درسِ قرآن:

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک صحابی حضرت داؤدؓ بن حصین، حضرت اُم سعدؓ سے قرآن پاک کا درس لیا کرتے تھے۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت اُم سعدؓ قرآن حکیم کے بعض حصوں کی حافظہ تھیں اور باقاعدہ قرآن کا درس دیا کرتی تھیں۔

وفات:

حضرت اُم سعدؓ کا سالِ وفات معلوم نہیں ہے۔

حضرت سبیعہ غامدیہؓ

حضرت سبیعہؓ قبیلہ بنو غامد کی ایک شریف زادی تھیں اور شرفِ اسلام سے بہرہ مند ہو چکی تھیں لیکن ان سے ایک مرتبہ شیطان کے بہکاوے میں آکر جنسی لغزش سرزد ہو گئی۔ وہ اس فعل کی در پردہ مرتکب ہوئی تھیں اگر وہ چاہتیں تو کسی کو علم نہ ہوتا لیکن دراصل وہ ایک سچی مسلمان تھیں جس کا ثبوت ان کا احساسِ معصیت تھا جس نے انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

اقبالِ جرم:

وہ ایک دن لرزاں و ترساں بارگاہِ رسالت پناہی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئیں:

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجیے، میں نے بدکاری کا ارتکاب کیا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''واپس جا، استغفار کر اور اللہ کی طرف انابت و رجوع کر۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اُن سے گواہ طلب کیے۔ انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! اس وقت کوئی دیکھنے والا موجود نہیں تھا۔'' اس پر ارشاد ہوا ''جا اور استغفار کر، شاید تیرا گناہ اللہ معاف کر دے۔ وہ دوسرے دن پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بولیں: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ مجھے بھی اسی طرح پھیر دینا چاہتے ہیں جس طرح آپ ﷺ نے ماعزؓ بن مالک کو لوٹا دیا تھا۔ خدا کی قسم! میں بدکاری کے نتیجے میں ایک بچے کی ماں بننے والی ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''واپس جا، وہ چلی گئیں۔ تیسرے دن پھر حاضر ہوئیں اور عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھ پر حد جاری کیجیے تاکہ میں پاک ہو جاؤں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''واپس جا اور بچہ کے پیدا ہونے کا انتظار کر۔'' وہ چلی گئیں جب بچہ پیدا ہوا وہ اسے گود میں لیے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''دودھ پینے تک انتظار کرو، جب بچہ دودھ چھوڑ دے تب آنا۔'' جب بچے کی رضاعت کا زمانہ گزر گیا تو آپ ﷺ نے سنگساری کا حکم دیا۔

اور ایک دوسری روایت کے مطابق جب وہ نومولود بچے کو لیے ہوئے حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اس پر تب تک حد جاری نہیں ہو سکتی جب تک بچے کی رضاعت کا انتظام نہ ہو جائے۔'' یہ سن کر ایک انصاری صحابی کھڑے ہو گئے اور بچے کی رضاعت کی ذمہ داری لے لی اس پر حضور ﷺ نے سبیعہؓ پر حد جاری کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 50 پر)

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

SIQARAH

صقارہ سائنس کالج

بزرگانِ دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2016 برائے جماعت لوئر مڈل سے ایف ایس سی

صقارہ سسٹم آف ایجوکیشن میں ٹیلنٹ ٹیسٹ کا آغاز اور طلباء کیلئے خصوصی مراعات کا اجراء

۱۔ ٹیلنٹ ٹیسٹ میں 85% مارکس حاصل کرنے والے طلباء کی داخلہ فیس اور ماہانہ فیس مکمل طور پر معاف

۲۔ ٹیلنٹ ٹیسٹ میں 80% مارکس حاصل کرنے والے طلباء کی داخلہ فیس مکمل طور پر معاف

۳۔ ٹیلنٹ ٹیسٹ میں 75% مارکس حاصل کرنے والے طلباء کیلئے داخلہ فیس میں 50% رعائیت

طلباء کیلئے مخصوص نشستیں والدین سے فوری رابطے کی اپیل

اپنے بچوں کا مستقبل روشن کرنے کیلئے مذہبی اور آرمی ڈسپلن کے لحاظ سے اپنی مثال آپ صقارہ سسٹم آف ایجوکیشن کا انتخاب کریں

نمایاں خصوصیات

سلیکشن، امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- ✔ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس ✔ فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- ✔ مستعد اور تجربہ کار اساتذہ ✔ نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- ✔ کھیلوں کے وسیع وعریض میدان ✔ والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

پرنسپل: ملک اختر حسین ایم فل کیمسٹری۔ بی ایڈ۔ ایم ایڈ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال

or more Info: www.Siqarahedu.com Mob: 0313-6919797 Ph: 0543-562222

بچوں کا صفحہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع خان، لاہور

خلافت فاروقی:

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت بے حد پھیل چکی تھی۔ اس قدر مختلف مذاہب اور تہذیبوں کی قومیں اسلامی جھنڈے تلے آ چکی تھیں۔ انسانی تاریخ میں اتنی عظیم فتوحات کا دور نہ تو عہد فاروقی سے پہلے آیا تھا اور نہ ہی کبھی بعد میں آیا۔ اور حیران کن اور بے مثال بات یہ ہے کہ سلطنت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک امن وامان اور چین واطمینان تھا۔ اس امن وامان اور چین کی اصل وجہ فاروق اعظمؓ کا قرآن وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور زندگی کا ہر معاملہ قرآن وسنت کی روشنی میں کرنا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ عدل وانصاف کے معاملے میں اس قدر سخت تھے کہ آپؓ کے اپنے قریبی عزیز واقارب اور سلطنت کے تمام امیر وعمال بھی عدل وانصاف سے بالاتر نہ تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ حقیقتاً فاتح اعظم تھے۔ تاریخ کی کتابیں کھنگال کر دیکھی جائیں تو حضرت عمر فاروقؓ کا دس سالہ دورِ خلافت پوری انسانیت کا وہ سنہری دور ہے جس میں اس قدر فتوحات کے باوجود کہیں کسی مظلوم کی چیخ سنائی دیتی ہے نہ کہیں تمدنی ترقی پر زد آتی ہے بلکہ جس قدر معاشی اور معاشرتی ترقی آپؓ کے دور میں ہوئی، بعد میں کبھی کوئی اس کا سوچ بھی نہیں سکا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت کے بے شمار حیران کن واقعات اور حالات میں سے ایک حیران کن بات یہ بھی ہے کہ فاروق اعظمؓ کو ہمیشہ بہت بڑے اور اہم امور درپیش رہتے تھے لیکن اس کے باوجود آپؓ نہایت چھوٹے چھوٹے کام بھی کوشش کر کے خود انجام دیتے تھے مثلاً ضرورت مندوں کو خود جا کر ملتے اور سامانِ ضرورت خود اُن تک پہنچانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ راتوں کو جاگ کر بذاتِ خود شہر کی گشت فرماتے اور لوگوں کے حالات اور تکالیف سے خود کو آگاہ رکھنے کی حتی الامکان کوشش فرماتے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی بڑی کوشش ہوتی کہ ملک کا کوئی واقعہ یا کسی بھی قسم کے غیر معمولی حالات آپؓ سے چھپے نہ رہیں۔ آپؓ نے ملکی انتظامات کے سلسلے میں ہر شعبے میں پرچہ نویس اور واقعہ نگار (Reporters) مقرر کر رکھے تھے جس کی وجہ سے آپؓ ملک کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ اور ہر طرح کے حالات سے واقف رہتے تھے۔

جس سال عرب میں قحط پڑا اس سال حضرت عمر فاروقؓ کی حالت عجیب تھی۔ جب تک قحط رہا آپؓ نے ہر طرح کا لذیذ کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ گھی اور گوشت بھی چھوڑ دیا اور آپؓ نہایت خشوع سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرماتے کہ یا اللہ! حضرت محمد ﷺ کی اُمت کو میری شامت اعمال سے تباہ نہ کرنا۔ واقعات میں ملتا ہے کہ آپؓ قحط کے زمانے میں اس قدر فکرمند اور پریشان رہتے تھے کہ لگتا تھا کہ اس تکلیف میں وہ ختم نہ ہو جائیں۔

سلطنت کے بڑے امور سے لے کر ہر ایک کی تکالیف کو خود اپنی ذمہ داری سمجھتے اور انہیں دور کرنے کی حتی الوسع کوشش فرماتے۔ ایک دفعہ کسی موقع پر دعوت عام تھی۔ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھا کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے آپؓ اس شخص کے پاس تشریف لے گئے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ انہوں نے بتایا کہ جنگ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ اس لیے اب کھانا بھی بائیں ہاتھ سے کھانا پڑتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اُن کی تکلیف محسوس کر کے رو پڑے کہ افسوس آپ کو وضو کون کرواتا ہوگا

اور باقی ضروریات کیسے پوری کرتے ہوں گے۔ پھر اُن کے لیے ایک ملازم مقرر فرمایا اور اُن کی تمام ضروریات کی اشیاء خود فراہم فرمائیں۔

ایک طرف تو حضرت عمر فاروقؓ نے سلطنت کے طول وعرض میں ہر شخص کے لیے خود بھی اور اپنے مقرر کردہ گورنروں اور عمال کے ذریعے سے عام عوام کی ہر طرح خبر گیری کی کوششیں فرمائیں اور دوسری طرف ملکی سطح پر بے شمار شعبے ایجاد کیے اور پہلے سے موجود شعبوں کو مزید ترقی دینے کی پوری تگ ودو کی۔ اُن شعبوں کی مختصر سی لسٹ یہ ہے:

1- بیت المال قائم کیا۔
2- عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر فرمائے۔
3- تاریخ اور سنہ قائم کیا جو آج تک جاری ہے۔
4- خلیفۃ الرسول کی بجائے امیر المومنین کا لقب اختیار فرمایا کہ خلیفۃ الرسول کا لقب صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جچتا ہے۔
5- دفتر مال قائم فرمایا جو ہر طرح کے مال کا حساب اور پڑتال رکھتا تھا۔
6- فوجی دفاتر اور چھاؤنیاں قائم کیں۔
7- کام میں مدد دینے والے Volunteers کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔
8- زمینوں کی پیمائش کے لیے پیمائش کا آلہ خود اپنے ہاتھ مبارک سے بنا کر دیا کہ عشر اور جزیہ کا تخمینہ لگانے میں غلطی سے بھی عمال کے ہاتھوں کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔
9- مردم شماری کروائی۔
10- نہریں کھدوائیں۔
11- کئی شہر آباد کروائے مثلاً کوفہ، بصرہ، جیزہ، فسطاط، موصل
12- مقبوضہ علاقوں کو صوبوں اور ضلعوں وغیرہ میں تقسیم کر کے انتظامی امور بہتر کیے۔
13- عُشر کا نظام مقرر فرمایا۔
14- دریاؤں کی پیداوار پر محصول مقرر فرمایا۔
15- غیر ملکی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کی اجازت دی۔
16- راتوں کو گشت کر کے رعایا کے حالات سے واقفیت رکھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔
17- پولیس کا محکمہ قائم کیا۔
18- گھوڑوں کے محکمے اور اُن کی نسل میں اصل اور مجنس کی تمیز کا محکمہ قائم کیا۔
19- پرچہ نویس مقرر فرمائے
20- مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لیے مکانات بنوائے۔
21- مختلف شہروں میں مہمان خانے بنوائے۔
22- بچوں کی پرورش اور نگہداشت کے لیے وظیفے مقرر فرمائے۔
23- یہ قاعدہ مقرر فرمایا کہ اہل عرب (گو کافر ہی ہوں) غلام نہیں بنائے جا سکتے۔
24- غریب عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے وظیفے مقرر فرمائے۔
25- مکاتب قائم فرمائے۔
26- معلموں اور اساتذہ کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔
27- حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں قرآن مجید کی ترتیب کا جو کام شروع ہوا تھا اُسے اہتمام سے پورا کروایا۔
28- قیاس کا اصول قائم ہوا۔
29- فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد ہوا۔
30- فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کا اضافہ فرمایا۔
31- نمازِ تراویح جماعت سے قائم کی۔
32- شراب کی حد (سزا) 80 کوڑے مقرر کی۔
33- تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر فرمائی۔
34- وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔
35- امام اور مؤذن کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔
36- مساجد میں راتوں کو روشنی کا اہتمام فرمایا۔
37- ہجو کہنے پر تعزیر کی سزا قائم کی۔
38- غزلیہ اشعار میں عورتوں کا نام لینے سے منع کر دیا گیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 50 پر)

سفرنامہ

غبارِ راہ

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

یہ ''ڈانڈا'' ضلع شریعت پور کا تحصیل ہیڈکوارٹر ہے۔ شریعت پور کا پہلا نام فرید پور تھا۔ یہی ضلع عوامی لیگ کا گڑھ تھا اور مکتی باہنی کا مضبوط مرکز، اس کا بیشتر علاقہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ عوامی لیگ کا اب بھی یہاں زور ہے اور ناجائز اسلحہ یہاں عام ہے مگر اس سے بھی خطرناک تنظیم ''شربوہرا'' ہے، جس کا معنی ہے ''تہی دست''۔ یہ سب کمیونسٹ ہیں اور ڈاکہ ان کا پیشہ ہے۔ یہ سب مغربی پاکستان ہی کے خلاف نہ لڑے بلکہ بنگلہ دیش کی حکومت کے سامنے بھی ہتھیار نہ ڈالے۔ ان کا لیڈر شیراج شٹر دل تھا۔ شیراج تو سراج کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور شٹر دل غالباً شیر دل کو بگاڑا گیا ہے جسے شیخ مجیب نے خفیہ طور پر گولی مروادی تھی کہ ہتھیار نہیں ڈال رہا تھا، اور انہوں نے اب تک ہتھیار نہیں ڈالے۔ گویا یہاں ہمارے ساتھ دشمنی کرنے والوں کی تعداد اب بھی بہت ہے، اور سب مسلح ہیں۔ مغرب کے بعد جلسہ تھا۔ جلسہ گاہ کے لیے ساتھی وہی رکشہ لے آئے۔ میں نے تو پیدل چلنے کو ترجیح دی کہ ساتھیوں کے مطابق چوتھائی میل کا فاصلہ تھا۔ دوسرے لوگ رکشوں پر چلے گئے۔ چند ساتھی میرے ساتھ چلے۔ جب کئی میل چل چکے تو پوچھا کتنا سفر باقی ہے؟ تو کہنے لگے: بس! آدھا ہوگا۔ کمال ہے! آپ کا چوتھائی میل دو میل کا ہوتا ہے! کہنے لگے: اب رکشہ روکتے ہیں، مگر میں نے کہا: خیر ہے! چلو۔ چنانچہ دوسری طرف دریا کنارے پہنچے اور وہاں سے چھوٹی کشتی میں دریا عبور کیا تو کنارے پر رائس مل کا گراؤنڈ بطور جلسہ گاہ استعمال ہو رہا تھا، جہاں اس وقت مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ نماز ادا کی، دو مقامی علماء نے کچھ وقت لیا اور پھر بندہ نے بیان کیا جو گھنٹہ بھر جاری رہا۔ الحمد للہ! مسلمان کی موجودہ دور کی ضرورت بھی زیر بحث آئی اور آخرت کی اہمیت بھی۔ بیان کے بعد ذکر ہوا جس میں سب اہل جلسہ شریک ہوئے۔ خواتین کے لیے پردے کا اہتمام تھا۔ ذکر کے بعد عشاء پڑھی۔ بہت سے لوگ بیعت ہوئے، پھر خواتین نے بیعت کی جو پردے کے اندر کپڑا پکڑوا کر لی گئی اور یوں الحمد للہ! بہت سے گھروں میں ذکر کی گونج اور اس کے انوارات پہنچے۔ اب فیصلہ یہ ہوا کہ رات ''ویدر گونس''، قیام کیا جائے۔ یہ شریعت پور (سابقہ فرید پور) ضلع کی دوسری تحصیل ہے اور ہماری مجبوری یہ تھی کہ دوسری شام چٹا گانگ جانا تھا۔ سیٹ جہاز میں بک تھی اور وہاں سے ڈھاکہ جلدی پہنچا جا سکتا تھا جبکہ یہاں سے دیر ہونے کا امکان تھا۔ چنانچہ دس بارہ رکشوں کا قافلہ بنا۔ دو دو ساتھی ایک میں بیٹھے مگر میں تو اکیلا کافی تھا، دیر ہو چکی تھی۔ ہر طرف گھپ اندھیرا اور تنگ سا راستہ گھنے جنگل سے گزرنا تھا اور جگہ جگہ سیلاب اور گہرے نالے جن پر پتلے پتلے تختوں کے لٹکے ہوئے پل تھے۔ جن میں سے کئی تختے پہلے سے ٹوٹے ہوئے تھے، کسی کا پاؤں نیچے لٹکا ہوگا۔ اگر تختہ ٹوٹ جائے تو آدمی کے بچنے کا امکان کم تھا۔ چنانچہ ہر پل پر اُترنا پڑتا۔ پہلے سواری عبور کرتی اور رکشوں کے نیچے مٹی کے تیل کی بتیاں لٹک رہی تھیں جن کی شرمندہ شرمندہ روشنی میں ہم سب رسے کو مضبوطی سے تھامے ہوئے پل عبور کرتے اور تھوڑی دیر چلتے تو پھر وہی حال، عوامی لیگ کے ڈاکوؤں اور شٹر دل کے شیروں کا خطرہ الگ اور درندوں کی ہیبت اپنی جگہ۔ جنگل کا خوفناک سناٹا، جس میں کبھی کبھی کوئی مینڈک ٹراتا تو پتا چلتا کہ کنارے کتنے اونچے ہیں، مگر رکشہ چلتا تو سارے خطرے بھول کر توجہ رکشہ کی طرف ہو جاتی کہ ابھی گرا کہ گرا۔ یوں گرتے پڑتے بہت دیر میں ہم ویدر گونس پہنچے۔ چار پائی نصیب ہوئی اور مچھر دانی میں

اپنا کمبل اوڑھا۔ تھرمس سے قہوہ نکال کر پیا اور گولیاں کھا کر پڑ رہے کہ رات کے کھانے کا اب کیا سوال۔ علی الصبح ذکر اور نماز سے فارغ ہو کر چائے پی اور چل دیئے، پھر رکشہ۔ میں نے کہا: یار! رات والی سواری ہی کافی ہے، اب پیدل ہی چلیں گے۔ چنانچہ گھنٹہ بھر چل کر 7- بجے صبح ہم دریا کنارے پہنچے جہاں گھاٹ بنا ہوا تھا۔ ایک کشتی سامان لے کر روانہ ہو رہی تھی۔ ایک ہمارا انتظار کر رہی تھی، اور ایک سواریاں بٹھا رہی تھی۔ یہ 26- جنوری کی صبح تھی، ہم کمبل وغیرہ لپیٹ کر کشتی میں بیٹھے۔ یہ کھلی کشتی تھی جو ہمیں بڑے دریا تک موٹر بوٹ میں بٹھانے جائے گی۔ ساتھیوں کے مطابق ساڑھے تین میل فاصلہ تھا مگر پہنچنے میں ساڑھے تین گھنٹے لگ گئے۔ حالانکہ بہت اچھی رفتار سے جا رہی تھی۔ کنارِ دریا سورج نکل کر پانی میں اپنا عکس دیکھ رہا تھا۔ سورج کو جیسے پانی آئینہ دکھا رہا ہو، بہت خوبصورت منظر تھا جو کیمرہ نے قید کر لیا کہ کبھی کبھی اس خنک صبح اور سبک خرام کشتی کی یاد دلاتا رہے۔ کنارِ دریا اب لوگ آ جا رہے تھے۔ اکثر خواتین تھیں، کوئی پانی بھر رہی تھی، کوئی بال نچوڑ رہی تھی، دوسری دامن خشک کرنے میں لگی تھیں۔ بہر حال ہم بڑی دیر ٹھنڈی ہوا کھانے کے بعد موٹر بوٹ میں پہنچے جس میں ویسا ہی کیبن ہماری راہ دیکھ رہا تھا اور رات والی تھرمس جو ابھی چل رہی تھی، سے قہوہ انڈیلا اور کمبل میں دبک گئے۔ نزلہ، کھانسی اور تھکاوٹ نے بخار جیسا حال کر رکھا تھا۔ یوں ہم ڈھاکہ پہنچے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ راستے میں رکنا نہ پڑا اور ظہر ڈھاکہ آ کر پڑھی۔ مگر گھاٹ سے گھر تک پھر ہم اسی بے بی ٹیکسی کے سپرد تھے جس نے جی بھر کر لوریاں دیں۔ ہاں! ایک کام مزیدار ہوا کہ گھر پر سوپ مل گیا، جس کے تین چار کپ پی لیے۔ کھانا تو وہی الم غلم ہی تھا جو اپنے بس کا نہ تھا، بس! پیاز اور ہری مرچ سے ایک آدھ پھلکا روٹی کا، وہ بھی یہ کوئی عجیب سا بناتے ہیں۔ کچھ دیر آرام کیا اور ایئرپورٹ کے لیے گاڑی میسر آ گئی۔ فاصلہ تو بہت زیادہ تھا مگر گاڑی میں آرام سے طے ہوا۔ مغرب وہاں ادا کی۔ کرنل محبوب صاحب تو اب مزید سفر کی تاب نہ رکھتے تھے، وہ ڈھاکہ میں رہے اور وہاں کا ساتھی میرے ساتھ ہولیا۔ ہم نے تو مغرب ایئرپورٹ پر ادا کی۔ پتا چلا جہاز گھنٹہ دیر سے جائے گا، تشریف رکھو۔ رکھنا ہی پڑی۔ ایک ساتھی چائے بنوا لایا۔ یہ ڈومیسٹک کے لیے الگ سے ایئرپورٹ بن رہا ہے۔ اسی کا ایک حصہ تھا جو بن چکا تھا۔ ٹکٹ بنوائے اور چیک اِن ہوئے، یہاں چیک اِن کی آزادی تھی۔ ہماری طرح یا دوسرے ممالک کی طرح سختی نہ تھی۔ شاید! یہاں جہاز اغواء کرنے کا رواج نہیں ہوا، جرم کرنا اور شور مچانا یہ تو ان لوگوں کا مشغلہ ہے، مگر یہاں چیک اِن کے بعد بھی لوگ باہر آ جا رہے تھے اور انہیں دوبارہ کوئی چیک بھی نہ کرتا تھا۔ ایک صاحب کویت سے آئے تھے اور چٹا گانگ جا رہے تھے۔ یہ خوشبو دار لکڑی یعنی "عود" کے تاجر تھے۔ بنگلہ دیش سے لے جاتے اور کویت میں فروخت کرتے۔ انہیں کوئی بات کرنے والا ملا تو تفصیل سے باتیں کیں، اپنا کاروبار بتایا اور پھر سارا وقت مچھروں کی شکایت کرتے رہے، اور میں سوچتا رہا کہ یہ کھانے کی بات کیوں نہیں کرتا؟ اور پھر خیال آیا کہ حضرت تو اونچے ہوٹل میں مقیم ہوں گے، بھلا! انہیں کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ جہاں شراب و شباب میسر ہوں، وہاں کسی مشرقِ وسطیٰ کے شیخ کو شکایت کس بات کی اور شراب کی ہر نسل تو ڈھاکہ ایئرپورٹ بار میں ڈیوٹی فری ملتی ہے۔ بہر حال عشاء بھی ادا کی مگر جہاز کی تاخیر کا گھنٹہ ختم نہ ہو پا رہا تھا۔ بندہ نے غسل خانہ تلاش کرنا چاہا۔ اندر نہ ملا تو ایک صاحب نما سیاہ فام جو چیک اِن پر مقرر تھے ان سے پوچھا: شکر ہے! وہ انگریزی جانتے تھے۔ انہوں نے ایک چپڑاسی ساتھ دیا جو بندہ کو ٹرمینل بلڈنگ ہی سے باہر لے گیا۔ وہاں باتھ روم تھے اور مزے کی بات یہ کہ واپسی پہ کسی نے چیک نہ کیا۔ خیر! جہاز میاں تشریف لائے اور ہمیں لے چلے۔ آدھ گھنٹے میں چٹا گانگ جا پٹخا۔ پٹخا اس لیے کہا ہے کہ جہاز فوکر تھا جو ہوا میں انسان کو نچاتا رہتا ہے اور بڑے مزے سے زمین پر دے مارتا ہے، خود کو بھی اور مسافر کو بھی۔ مگر ظالم نے اتنا دیر سے پہنچایا کہ بیان سننے والے لوگ تو انتظار کر کے چلے گئے کہ رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے اور سردیوں میں ساڑھے دس آدھی رات گزر جاتی ہے۔ خیر! ساتھی منتظر تھے، گاڑی میں بیٹھے اور 20-25 میل دور شہر پہنچے، جہاں اپنا ٹھکانہ تھا۔ احباب کے ساتھ مل کر ذکر کیا اور یوں رات بارہ بجے کے قریب کھانے کی نوبت آئی جو خاص

طور پر تیار کیا گیا تھا۔ پتا چلا بڑا اسپیشل جھینگا پکا ہے۔ ہوگا سپیشل، مگر کھائے گا کون؟ دو ایک اشیاء میں چینی شامل تھی، وہ بھی نہ کھائی جاسکتی تھیں۔ لہٰذا اپنے لیے صرف سلاد ہی بچا اور چند نوالے روٹی، جو ہم روٹی جان کر کھاتے رہے ورنہ پتا نہیں کیسے بنی ہوئی تھی، اور آرام کیا۔ اگلی صبح 27 جنوری کی تھی۔ علی الصبح ذکر کے بعد ناشتہ منگوایا کہ اللہ کرے کچھ کھانے کو مل جائے، گوبھی کا ڈونگا دیکھا۔ خوشی ہوئی مگر پتا چلا اس میں چھوٹا جھینگا شامل ہے۔ آملیٹ اٹھایا اس میں بھی جھینگے فرائی تھے، خدایا یہ کیا! سب کیڑے مکوڑے ہی یہاں ملتے ہیں۔ اپنے لیے تو روٹی اور ہری مرچ ہی بچی، البتہ چائے پینے کو مل گئی۔ فریاد کی کہ بھائی! بنگال کا تو دال بھات مشہور تھا وہ تمہاری دال کیا ہوئی۔ کبھی وہ بھی کھلاتے ہم کو۔ کچھ دیر کے لیے باہر نکلے، ڈھاکہ والی خوشگوار معاشی تبدیلی یہاں نظر نہ آتی تھی، بالکل دو سال پہلے والا حال تھا۔ ہاں! اس چڑیا گھر کے پاس سے گزر ہوا تو میں مینا دیکھنے اندر گیا۔ شاید آپ کو یاد ہوگا پچھلے سفرنامے میں اس کا ذکر تھا کہ چونچ میں پھول لیے بیٹھی تھی۔ اللہ نے اس کی سن لی تھی، خود آزاد تو نہ ہوسکی تھی مگر ساتھی کو بندی خانے منگوا لیا تھا اور اب اکیلی اور اداس مینا کی بجائے ایک موٹی سی مسرور مینا ملی۔ تار پر ان کا جوڑا ایک دوسرے سے جڑا بیٹھا تھا، دُنیا و مافیہا سے بے خبر، کتنی عجیب بات ہے۔ اکیلی تھی تو سب سے بے خبر تھی، محبوب کو پالیا تو کسی کی خبر رکھنے کی ضرورت نہ رہی۔ اور اللہ کریم کے اپنے کام ہیں، اس کی فریاد سنی تو اس کا محبوب اسے ملا دیا، کاش! اس نے مانگا ہوتا کہ مجھے میرے محبوب سے ملا دے، تو وہ تو قادر تھا اسے آزاد کر دیتا۔ کملی مانگتی رہی کہ محبوب کو مجھ سے ملا دے اور یوں اسے بھی ساتھ قید کروالیا۔

وہی چٹا گانگ ریلوے اسٹیشن اور گداگروں کے کنبے، وہی لاری اڈہ اور بھکاری۔ البتہ نئی مارکیٹ کسی حد تک روشن اور خوبصورت تھی، مگر بہت مہنگی۔ یوں پھرتے پھراتے ایک بج گیا اور ڈھائی بجے واپس ڈھاکہ کی فلائٹ تھی، اور ہمیں ڈیڑھ بجے ایئر پورٹ رپورٹ کرنا تھا۔ واپس گھر آئے تو واقعی دال روٹی پکی تھی۔ واہ ری قسمت! اگر پک ہی گئی تو اب کھانے کی فرصت نہ تھی۔ وضو کیا، دوگانہ ادا کیا اور ایئر پورٹ روانہ ہو گئے۔ اللہ کریم کا شکر ہے کہ واپسی کی چانس والی سیٹ کنفرم ہو گئی تھی، ورنہ چھ گھنٹے ریل میں خراب ہونا پڑتا۔ بہرحال جہاز بروقت روانہ ہوا اور ہم ساڑھے تین بجے ڈھاکہ پہنچ گئے۔ ایئر پورٹ سے نکلے تو حسب معمول ٹیکسی رکشے والے لپکے۔ ایک نوجوان رکشہ قریب لایا مگر ہم ٹیکسی کار کی طرف بڑھ گئے تو وہ پہچان کر کہہ رہا تھا ''اپنا دشمن آ ہے'' کہ یہ تو دشمن ہے۔ یہ عوامی لیگ کا ذہن ہے اور کمیونسٹوں کا بھی کہ پاکستان کو دشمن اور ہندوستان کو دوست سمجھتے ہیں۔ ڈھاکہ میں آج ایک نئی جگہ ذکر اور قیام بھی تھا۔ حاجی سلیم صاحب ایک بہت بڑے کاروباری آدمی ہیں ،ان کی گاڑی لینے آگئی تھی۔ شام ان کے ہاں پہنچے۔ بہت سے احباب جمع تھے۔ سب نے مل کر ذکر کیا اور رات انہی کے ساتھ بسر ہوئی۔

28 جنوری 1992ء:

صبح ناشتے سے فارغ ہوئے تو حاجی صاحب کی گاڑی ہمیں اقامت گاہ پر چھوڑ گئی اور آج کئی دِنوں کے بعد غسل کرنے کی فرصت ملی۔ لباس تبدیل کر کے چل دیئے کہ ایک جگہ دار العرفان ڈھاکہ کا سنگ بنیاد رکھنا تھا۔ شہر سے ایک طرف کھلی جگہ پر ایک ساتھی نے زمین کا عطیہ دیا تھا۔ وہاں پہنچے اور عمارت کا سنگ بنیاد رکھا، اللہ کریم اسے لوگوں کی دینی تعلیم اور قلبی تسکین کا ذریعہ بنائے۔ بنگال کے کھیتوں میں جانا بھی کوئی آسان کام نہیں، ہر طرف پانی اور درمیان میں پتلی سی پگڈنڈی جس پر پھسلن بہت زیادہ ہوتی ہے اور چلنا بہت دشوار۔ ساتھیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ہی گزرنا پڑا جو کیچڑ میں بے تکلف چل رہے تھے اور وہاں سے سیدھے ایئر پورٹ چلے گئے۔ فرسٹ کلاس کے لاؤنج میں ماحول نسبتاً بہتر تھا اور ایئر کنڈیشنڈ کمرہ میں اگرچہ شراب کی بار سجی تھی مگر ٹھنڈے مشروبات اور چائے، کافی بھی تھی۔ کچھ دیر بعد تھائی ایئر کے جہاز میں بیٹھے ہم تھائی لینڈ کو اُڑے جا رہے تھے۔ یہاں یہ تجربہ ہوا کہ کم از کم فرسٹ کلاس تو پی۔ آئی۔ اے کی ان سے بہت بہتر ہے، حالانکہ پراپیگنڈہ ان کا بہت ہوتا ہے۔ اللہ کی شان! ہوائی جہازوں نے فاصلے سمیٹ دیئے ہیں۔ ہم صرف دو گھنٹوں میں بنکاک پہنچ گئے اور جہاز ایک خوبصورت رن وے پر اتر

گیا۔ بنکاک ایئرپورٹ ہی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ یورپ کے کسی بھی ایئرپورٹ سے زیادہ خوبصورت ہے اور ہاں! تھائی لینڈ میں ویزہ کی سہولت ہوائی اڈے پہ موجود ہے۔ہم جیسے ہی جہاز سے باہر آئے تو مقامی امیر صاحب اپنے صاحبزادے کے ہمراہ موجود تھے، جو تھائی ایئر میں ملازم ہے۔ہم نے ویزہ کی درخواست کا فارم لیا اور بھر کر جمع کروا دیا۔ چند منٹوں میں انہوں نے ویزہ سٹیمپ کر دیا۔ باہر نکلے تو جوان ساتھی موجود تھے جن میں کچھ ملازمت کرتے ہیں اور کچھ یونیورسٹی کے طلبا تھے۔ باہر فیصل آباد کے عبدالجبار صاحب بھی موجود تھے جنہوں نے یہاں سے جاپان تک کا ساتھ دینا تھا۔ گاڑی میں بیٹھے تو باہر بہت خوبصورت گاڑیاں، صاف ستھری سڑکیں اور ایک خوبصورت شہر ہر طرف بکھرا ہوا تھا۔ ہم نے مغرب گھر پہنچ کر ادا کی۔ منصور صاحب کا خوبصورت دو منزلہ گھر کسی آئینے کی طرح چمک رہا تھا ۔یہ لوگ جوتا تو برآمدے میں بھی لے کر نہیں جاتے، اور عموماً فرش اور اندر کی سیڑھیاں قیمتی لکڑی کی لگاتے ہیں جو پالش ہو کر بہت حسین لگتی ہیں۔ ہم نے نماز ادا کی، ذکر ہوا، سب احباب نے بیعت کی کہ ان سب کی پہلی ملاقات تھی اور کھانا کھا کر آرام کیا۔ بہت دنوں بعد ڈھنگ کا کھانا اور ایک آرام دہ کمرہ نصیب ہوا۔ علی الصبح ذکر اور نماز کے بعد ناشتہ کیا جو باہر لان میں سجایا گیا تھا۔ یہ لوگ صحیح اسلامی روایات کے امین ہیں۔ کھانا نیچے دسترخوان بچھا کر اکٹھے کھاتے ہیں جس میں مردوں کے ساتھ باورچی اور ملازم بھی شریک طعام ہوتے ہیں اور خواتین الگ اندر کھاتی ہیں۔ ان کے ساتھ بھی نوکرانیاں شامل ہوتی ہیں۔ یہ 29 جنوری تھی۔

منصور صاحب نے شیخ الاسلام سے ملنے کا وقت لے رکھا تھا۔ ہم ان کے گھر پہنچے۔ بہت بڑا گھر، جس کے باہر کا لان طرح طرح کے پرندوں کے پنجروں سے سجا تھا اور پھولوں بھرے لان میں ایک طرف گیراج تھا جس میں دو تین موٹریں کھڑی تھیں۔ ملاقات کا کمرہ چینی طرز کے خوبصورت بڑے گلدانوں سے سجا تھا۔ شیخ الاسلام تشریف لائے۔ عمر رسیدہ مگر بہت خوش طبع اور خوش اخلاق۔ انہوں نے پاکستان کے حالات کے بارے میں بہت زیادہ سوالات کیے اور اس بات پر بہت حیران تھے کہ پاکستان میں اسلامی قانون کیوں نافذ نہیں جبکہ ملک اسلامی اور حکومت بھی مسلمانوں کی ہے؟ پھر انہوں نے اپنا بتایا کہ یہاں چاروں صوبوں میں مسلمان آبادی ہے جن کے چاروں صوبائی شیخ ہیں۔ ان کا رابطہ ان سے رہتا ہے اور مذہبی کام باہمی مشورے اور شیخ الاسلام کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔ ملک میں مسلمان دس فیصد ہیں۔ اگر کہیں چاند نظر آئے تو شیخ الاسلام کو اطلاع کی جاتی ہے جو متعلقہ شیخ کو تحقیق کا حکم دیتا ہے اور پوری تصدیق ہونے کے بعد عید یا رمضان وغیرہ کا اعلان کیا جاتا ہے، جس پر سب مسلمان مل کر عمل کرتے ہیں۔ حکومت چونکہ بدھوں کی ہے لہٰذا وہ اپنی صوابدید اور ضرورت کے مطابق قوانین بناتی ہے لیکن اگر کوئی قانون مسلمان کے مذہبی احکام یا قوانین کیخلاف ہو تو شیخ الاسلام مسلمانوں کا مؤقف اور اسلامی قانون پیش کرتے ہیں جس پر حکومت مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دے دیتی ہے، یا متبادل قانون انہیں دیتی ہے جو اسلامی احکام سے متصادم نہ ہو۔ اب تک وہ اکیس قوانین میں یہ تبدیلی کروا چکے ہیں۔ اب انہیں شکوہ تھا کہ لیبیا وغیرہ کچھ مسلمانوں کو فنڈ دے کر بھڑکا رہے ہیں اور حکومت سے لڑنے اور آزادی حاصل کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اللہ نہ کرے! کہ پھر ایک اور ملک سے برما اور فلپائن کی طرح مسلمانوں کے قتل عام کی خبریں آنے لگیں۔ تاتاریوں کی یلغار کے مقابل خوارزم شاہ لڑتا رہا مگر خوارزم کی تباہی کے بعد، جو خود اس کے والد کی غلط پالیسی کا نتیجہ تھی جب اسے جنگ جاری رکھنے کو کہا گیا تو اس نے بہت خوبصورت بات کی تھی کہ میں مسلمانوں کو بار بار جمع کر کے موت کے حوالے نہیں کرنا چاہتا جبکہ پہلے ہی بہت مسلمان قتل ہو چکے ہیں۔ ہاں! مقابلے کی فوج ہوتی تو فتح کی اُمید پہ ضرور لڑتا، لیکن تھوڑے تھوڑے لوگ بار بار قتل کراتے رہنا، نہ اسلام سے محبت کی دلیل ہے اور نہ مسلمانوں سے۔ کاش! یہ سیاسی اکھاڑوں کے شوقین اس بات کو سمجھ سکیں اور مسلمانوں کے مصائب میں اضافے کا سبب نہ بنیں۔ شیخ الاسلام نے عید میلاد النبی ﷺ میں شرکت کی

دعوت دی اور کہا کہ میں باقاعدہ دعوتی کارڈ بھجوا دوں گا۔ یہ عید دوسرے روز منعقد ہو رہی تھی جس میں چاروں صوبوں سے مسلمان شرکت کر رہے تھے۔ پہلے تو بادشاہ اور ملکہ مہمانِ خصوصی ہوا کرتے تھے مگر اب ولی عہد یہ سارے کام نمٹاتا ہے۔ ہمیں بھی بہت شوق پیدا ہوا کہ ضرور دیکھا جائے کہ یہاں یہ کس طور مناتے ہیں۔ ان سے رخصت ہو کر ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور دیکھا۔ یہاں اشیاء دوبئی سے تین گنا مہنگی ہیں اور پاکستان سے بھی بہت مہنگی۔ سکہ تقریباً ایک ہی ہے، پاکستانی روپیہ اور تھائی باٹ تقریباً برابر ہیں۔ ہاں! کاریں بہت خوبصورت اور بہت سستی ہیں۔ غالباً حکومت کے ٹیکس زیادہ نہیں ہیں، بازار بہت خوبصورت اور بہت بھرے بھرے ہیں۔ لوگ ہنس مکھ اور ملنسار، تہذیب مغرب سے بھی ذرا آگے مگر سرِ عام کوئی بے حیائی نہ دیکھی، اور یوں ہم شانِ خدا دیکھتے ہوئے عصر کو پلٹے کہ شام کو ذاکرین جمع ہو جائیں گے۔ منصور صاحب لکھنے پڑھنے کا بہت کام کرتے ہیں۔ ''تعارف'' کا تھائی زبان میں ترجمہ کر چکے ہیں اور بھی چند کتابوں کا خوبصورت ترجمہ کیا ہے، اب ''دلائل السلوک'' کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یوں یہ دِن بھی بحمد للہ! ذکرِ الٰہی سے اختتام پذیر ہوا۔

(جاری ہے)

(بقیہ ''بچوں کا صفحہ'' صفحہ نمبر 45 سے آگے)

یہ طریقہ عربوں میں مدتوں سے جاری تھا۔

یہ اور اس کے علاوہ وہ تمام شعبے جو آج تک کسی بھی حکومت کی مشین چلانے کے لیے ضروری ہیں وہ تمام شعبے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں وجود میں آ چکے تھے اور خود آپؓ کی ذاتی کوششوں سے ایجاد ہوئے تھے تاکہ اس قدر بڑی سلطنت کی مشینری خوبصورتی اور شفافیت کے ساتھ رواں دواں رہے۔ اتنی بڑی سلطنت کو قرآن وسنت کی روشنی میں اس خوبصورتی سے چلانا کہ حکومتی وسفارتی امور کے ساتھ ساتھ سلطنت کا ہر ایک فرد آپؓ کے اور آپؓ کے مقرر کردہ گورنر اور عمال کی نظر میں اس طرح ہو کہ اس کی تکلیف کی فوری دادرسی کی جائے، یہ اعزاز صرف فاتح اعظم حضرت عمر فاروقؓ کے حصے میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

(بقیہ: ''خواتین کا صفحہ'' 42 سے آگے)

لوگوں نے حضرت سبیعہؓ پر پتھر برسانے شروع کیے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی اس موقع پر موجود تھے انہوں نے ایک پتھر پھینکا جو حضرت سبیعہؓ کے سر پر لگا اور خون کی چھینٹیں اُڑ کر حضرت خالدؓ کے چہرے پر پڑیں۔ ان کے منہ سے حضرت سبیعہؓ کے لیے کوئی سخت کلمہ نکل گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''خالد زبان کو روکو، خدا کی قسم اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ ظلم سے محصول وصول کرنے والا بھی اگر ایسی توبہ کرے تو بخشا جائے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سبیعہؓ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس موقع پر عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ایسی عورت پر نماز پڑھی جو حرام کاری کی مرتکب ہوئی تھی۔''

سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: ''راہِ خدا میں جان قربان کرنے سے زیادہ اس نے کوئی چیز نہیں پائی۔ اس نے محض خوفِ خدا سے خود آ کر اپنے گناہِ کبیرہ کا اعتراف کیا اور اپنی جان قربان کر دی۔''

رضی اللہ عنہا

(بقیہ ''اکرم التفاسیر'' صفحہ 24 سے آگے)

اگلے رکوع میں موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں سے قارون کی مثال اللہ نے دی ہے کہ تم کتنی دولت جمع کرو گے۔ اس نے بے پناہ دولت جمع کی تھی اور گھمنڈ سے کہتا تھا کہ میں نے اپنی عقلمندی اور دانش مندی سے کمائی ہے۔ اللہ کون ہے، کس اللہ نے مجھے دی ہے اور اس کا انجام کیا ہوا یہ بھی دیکھ لو اور اپنے آپ کو بھی دیکھ لو کہ تم کدھر جا رہے ہو، تمہارا انجام کیا ہوگا۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بادام

حکیم عبدالماجد اعوان (سرگودھا)

(گزشتہ سے پیوستہ)

شادی سے پہلے وشادی کے بعد کی کمزوری کے لیے اس کا نعدہ فائدہ مند ہے۔ ابٹنوں میں مغز بادام کا استعمال چہرہ نکھارنے کے لیے مفید ہے۔

مقدار خوراک:۔ مغز بادام شیریں سات عدد سے گیارہ عدد تک ہے

مغز بادام ذرا دیر ہضم ہے، لیکن اگر اسے کاجو کی طرح نمک لگا کر کھایا جائے تو فوراً ہضم ہو جاتا ہے پھپھوندی لگا ہوا بادام نقصان دہ ہے اسے استعمال میں نہیں لانا چاہیے۔

جلد کے لیے:۔ بادام کی کھلی 250 گرام مجیٹھ، ہلدی، چھڑیلہ، بال چھڑ ہر ایک 15 گرام، باریک پیس کر اچھی طرح ملائیں اور ایک جان کر کے رکھ لیں۔ اس میں تھوڑا سا ابٹن لے کر پانی میں گوندھ کر بدن اور چہرہ پر ملیں اس سے جلد کا کھردراپن اور سختی دور ہو جاتی ہے۔

دیگر: مغز بادام چھلے ہوئے دس گرام، عرق گلاب ۴۰ گرام، باداموں کو گلاب میں پیس کر گھول بنالیں چہرے پر ملنے سے جلد کو ملائم کرتا ہے اور خوشنما بنا کر داغ دھبے دور کرتا ہے۔

کھانسی و نزلہ زکام:۔ مغزہ بادام 20 عدد، خشخاس 12 گرام، نشاستہ گندم 25 گرام، سب کو پانی میں پیس کر کپڑے میں چھان لیں اور قدرے گھی ملا کر آگ پر پکائیں۔ جب گاڑھا ہو جائے تو اتار کر بقدر ضرورت شیرینی ملا کر پی لیں۔ کمزوری، دماغ کے لیے بہت مجرب ہے۔ کھانسی، نزلہ، زکام کے لیے بہت مفید ہے۔

دیگر: مغز بادام شیریں چھلے ہوئے دس گرام، بہی دانہ دس گرام، ملٹھی مقشر تین گرام، سب چیزوں کو پیس کر سفوف بنالیں۔ بعد مصری 250 گرام کو عرق گاؤزبان 20 گرام میں قوام کر کے ملائیں۔ لعوق تیار ہے۔ خشک کھانسی کے لیے بہت مفید ہے۔ بوقت ضرورت چاٹ لیا کریں۔

نظر کے لیے:۔ مغز بادام چھلے ہوئے سات عدد، مغز سونفں پانچ گرام، مصری پچاس گرام، سفوف بنائیں، کمزوری دماغ و کمزوری نظر کے لیے مفید ہے۔ رات کو سوتے وقت یہ ایک خوراک دودھ نیم گرم سے لیں۔ بعد میں پانی نہ پئیں۔

دیگر:۔ مغز بادام شیریں چھلے ہوئے 250 گرام، چینی 125 گرام، گوند کیکر 25 گرام، سب ادویہ کو علیحدہ علیحدہ پیس کر ملائیں، یہ سفوسف خراش دار کھانسی کے لیے ازحد مفید ہے خوراک 5 گرام سے 8 گرام تک استعمال کریں۔

دانتوں کے لیے:۔ بادام کا سخت چھلکا (جلا ہوا) 500 گرام، سیندھا نمک 250 گرام، اچھی طرح کپڑ چھان کر لیں۔ صبح و شام مسواک سے دانتوں پر ملیں، دانتوں کا ہلنا۔ مسوڑھوں سے خون آنا۔ اور منہ کی بدبو وغیرہ کے لیے ازحد مفید ہے۔

شربت بادام:۔ مغز بادام، ۱۰۰ گرام پیس کر تین گنا پانی میں شیرہ نکال لیں اور نرم آگ پر پکائیں اور اس میں چینی سفید ۷۵۰ گرام ملا کر نرم سا قوام تیار کریں۔ مقوی دل و دماغ و جگر ہے۔ موسم گرما میں شدت کی پیاس کو دور کرتا ہے۔

regard for the permissible (Halal) food or means of acquiring wealth and were very brutal and savage. Everyone felt free to plunder, where ever, he felt like. The Central Asians were such cold hearted people that they would cut and eat parts of a living animal without even bothering to kill it. They would chop off one part of the animal, eat it, and leave the animal in pain, till the next day. Every strong person would plunder the weaker; take his wife and children, and make them slaves. In Persian Empire, fire was worshipped and there was widespread oppression and injustice. In history, it is recorded that the emperors were such immoral people that some had married their nieces, some their sisters and even their daughters. So when this was their character and ethics, then how can justice, morality and human dignity be expected from them. The Romans were very cruel; their entertainment was to watch the human beings that were thrown, as prey, before the hungry beasts. The inhabitants of Western and European nations were called the "Cave Man", as they were so wild and ignorant that they could not even build their habitats. They were savages and were very brutal. Today, although they are educated, yet they practice brutality, in a modern and scientific way, under the cover of words and culture. These are the nations who are the most sought after by the people; people want to emulate them, in every way.

If you look at Africa of that era, they were cannibals. So, in short the entire world was under the hold of oppression and brutality, which was unmatched in human history, before or to date. There was not a single person on earth, who could tell them about Allah (SWT). When the Prophet Hood of the Messenger of Allah was announced, this transformed the hearts of people, making them the hubs of Divine Refulgence. It is strange that a single ray of that Refulgence could not be tolerated by the huge rocky mountains of Sinai, which has now become a part and parcel of the Subtle Hearts of the believers. Now, Sinai is the valley which has been called sacred, in Surah Taha, aya 12, and yet the huge mountain standing in this valley, could not withstand a single glimpse of Divine Refulgence and was shattered to pieces. How remarkable it is that the same Refulgence was made life for the Subtle Hearts of all those who become believers! These Divine Lights were embedded in such way, in their hearts, that the Divine Refulgence became nourishment, as well as, cure for them, in this world as well as, Hereafter. Indeed this is a strange phenomenon! It was the greatest revolution which transformed the future of mankind, for all times to come.

When these noble people, with illuminated hearts stood up against, oppression and darkness, the world of tyranny trembled with fear! A handful of purified souls, who had been honored with the light of Faith, set forth to dissipate this light, across the globe, in such a manner as the morning breeze takes the fragrance from the flowers and spreads it out.

Continued....

by the earlier nations; they were destroyed by the Deluge, some got their faces distorted while others were transformed into monkeys and swine, and later killed. They met such a horrifying fate because of their disobedience. So, these are the innumerable Blessings, which the creation is availing, as a whole, but the annunciation of Prophet (SAWS) as the last Prophet of Allah and the Divine Revelations are such a notable revolution that Allah (SWT) has mentioned it in the Quran, as his Greatest Favor.

Allah's favors cannot be counted or measured by anyone. He (SWT) gave existence to His Creation; made animals, plants and all living things. From amongst them, He (SWT) gave a special status to man and created him with superior attributes and facilities. He blessed the man with intellect, sensory abilities and knowledge, whereby, he plans to conquer the world, the heavens and space. The oceans, the seas and the aerospace have been crossed by man, as Allah (SWT) has made distances fathomable for him. Thus, man is constantly using Allah's bounties liberally, but Allah (SWT), does not mention any of these as His Favor unto mankind. However, when He (SWT) decided to count His favors, He said" I have indeed done the Greatest Favor unto mankind". The Greatness of this Favor, cannot be gauged by human mind and knowledge and only Allah (SWT) can bestow such a Favor.

It is such a Grand Favor that it cannot be attributed, even temporarily, to anybody else, as in other matters of life. When we recover from an illness, for instance, we temporarily attribute the recovery to our physician or whoever is treating us. Similarly, when our appetite is satiated we attribute this to our food; when we find a good job or a promotion, it is ascribed to some intercession. Although, every thing is given by Allah (SWT) alone, yet the curtain of causes is so dense, that we keep on ascribing happenings to different causes. However, the annunciation of Prophet Hood (SAWS) is such a Grand Divine Favor that no matter how much one tries, yet cannot ascribe, even temporarily, to anyone else, save Allah (SWT) alone. Prophet Hood of Prophet (SAWS) was awarded by Allah (SWT) and it served as a foundation of revolution, in human history. It brought about a change such that the people on earth, received Allah's very own words; they would put questions to the Messenger of Allah (SAWS) and Allah (SWT) revealed the answers, unto His Messenger.

This event brought about such remarkable changes in the history of mankind, which were never seen before nor can ever be imagined, after it. Before the annunciation of Prophet Hood the entire human race was suffering and subjected to atrocities and oppression, across the globe. In this subcontinent alone, it is said that there were more idols than its human population, at that time. In the Asian nations, be in the North or the Central states, there was no sense of morality in any walk of life. They had no

WHY DO WE ONLY CELEBRATE THE NOBLE BIRTH OF PROPHET (SAWS) AND NOT THE ANNUNCIATION OF HIS (SAWS) PROPHETHOOD?

Translated Speech of
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA Urdu Bayan March 2011

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ.... (Al-Imran: 164)

Assuredly Allah has conferred a benefit on the believers when He raised up to them a Messenger......

The auspicious month of Rabi ul Awal has set in and whenever this month arrives, almost every part of the country celebrates it with reference to the Noble Birth of their Beloved Prophet (SAWS). Lectures are delivered, which highlight the Blessings received by mankind at the birth of the Prophet (SAWS); a lot of Darood is recited and it should be done. The Noble Personage of the Holy Prophet (SAWS) brought such Grace and Honor for the entire mankind that, it fulfilled the reason of its creation. Moreover, Prophet (SAWS) was sent as an embodiment of Allah's Mercy for the entire mankind, thus, the remembrance of such an Exalted Person cannot be restricted to the month of Rabi ul Awal or to a particular date. In fact, each sunrise and sunset in a believer's life and each of his breath and moment should remain illuminated with the remembrance of his Beloved Prophet (SAWS).

However it must be remembered that the Noble Life of Prophet (SAWS) has two segments; one is the span of forty years before and the other after, when He (SAWS) was declared, as Allah's Prophet. It is worth mentioning that the long segment of forty years, before the declaration of His (SAWS), Prophet hood is also spotless; Allah (SWT)has presented it as a testimony to His (SAWS), Prophet hood, besides many other testimonies. However, the Blessings associated with the Noble Birth of Prophet (SAWS) are for the entire creation, in general, and all of them benefit from these Blessings. These Blessings are not restricted to any particular nation, society or class, as Prophet (SAWS) is Mercy for all the Realms, created by Allah (SWT). These Blessings reach out to each and every creation, be it a human being, jinn or an angel, in the heavens, on the earth, land or water, in the air, in the jungles or deserts. A tree, a straw of grass to the petal of flower blooming in the garden all avail the general Mercy of Allah (SWT). With the Noble Birth of the Prophet (SAWS), Allah (SWT) blessed the world with protection against collective destruction from wrong doings as faced

organs are subservient to it.

And Lo! It is a revelation of the Rabb of the worlds, which the True Spirit has brought down upon your heart that you may be (one) of the warners. (26: 192-194)

Lo! Therein truly is a reminder for him who has a heart. (50: 37)

Reckoning Dependent on the Deeds of the Heart

But He will take to task for that which your hearts have done. (2: 225)

Dissonance of Knowledge and Perception has a Direct Reference to the Heart

ALLAH has sealed their hearts... (2: 7) And they say our hearts are hardened... (2: 88)

Having hearts wherewith they understand not... (7: 179)

It also proves that the seat of ignorance and heedlessness is the heart.

No, there is rust on their hearts. .. (83: 14)

Note: These Qurānic verses prove that the heart is the trustee of revelation and Prophethood, the secrets of Divinity and Shari'ah and is a custodian of the secrets of the Unseen. It is a treasure which cannot be robbed by forces of intellect. It is the heart which is the treasure house of ALLAH's effulgence, wilayah, kashf and ilhām.

The heart becomes blind and deaf because of sins, but these maladies are cured through the treatment of a spiritual guide, who can turn an ailing heart into a whole heart. And it is this whole heart which leads to salvation in the Hereafter.

The day when wealth and sons avail not (any man) save him who brings to ALLAH a whole heart. (26: 88-89)

Every human being has one heart, the focal point of Divine manifestations. That is why ALLAH does not approve of any alien control of it. When the heart becomes the abode of the Divine Effulgence, the spiritual ailments depart abased.

Lo! Kings, when they enter a township, ruin it and make the honour of its people shame. (27: 34)

Therefore when the heart is fully reformed, its discursive impulses depart and a wali exclaims:

Will not ALLAH suffice as a friend to (defend) His slave. (39: 36)

The Whole Heart

There are two conditions for it:

1. **Freedom from Ailments:** These are described by the Qurān as infidelity, polytheism, incredulity and sensuality. The sole method to remedy these maladies is to seek treatment of a spiritual mentor.
2. **Wholesome Food:** Just as the physical health and vigour of the human body depends on wholesome food, so does the health of the heart (though the type of food differs in each case). The wholesome food for hearts prescribed by the Qurān is:

Truly in ALLAH's zikr do hearts find peace! (13: 28)

The treatment of the heart and its wholesome food cannot, of course, be sought from anybody other than an accomplished Sheikh.

(Continued....)

lump of flesh in the human body on which the health of the human body depends. Hearken, that lump is the Qalb."

On the face of it, this Hadith speaks of the physical heart, a lump of flesh, but in fact, it implies the subtlety within, deeply imbedded and to facilitate easy understanding, the physical heart has been mentioned. The point to note here is that the soundness of the Qalb is inconceivable without Fana and Baqa (for details refer to Chapter VIII). At this stage, the seeker attains communion with ALLAH; prior to this, he might waver in his faith. The famous dictum of the sûfis:

> "Whoever attains Fana is not rejected and the one who attains Divine communion stands consummated and eternalized" is supported by the Hadith narrated in al-Bukhari containing a dialogue between Abu Sufyan and the Caesar of Rome:
>
> "I asked you if people, after embracing Islam, ever renounce it for being bad and you replied in the negative. And such is the Bashashat (delight) of the Faith that the Qalb once suffused with it, sustains."
>
> After attaining the stage of Fana-fillah and Baqa-billah, the Faith penetrates the heart; a state described in the Qurān in these words:

But ALLAH has endeared the Faith to you and has beautified it in your hearts. (49: 7)

⇒ This means that the Qalb (the subtlety) is the one entrusted with responsibility, the addressed, the learned, the philosopher, the preceptor, the hearer, the seer and the reckoner. With regard to the body, its relationship is that of prudence and command, i.e. it acts as the planner as well as the executive. The ears and eyes gain information for it and the tongue acts as the spokesman. The real man, the sovereign of the human body is the Qalb.

Qalb-the Focal Point of Responsibility

The entrusting of responsibility is subject to the possession of sense and perception as described in the Qurān:

Lo! The hearing and the sight and the heart of each of these will be questioned. (17: 36)

(Here, the hearing and the sight are linked with the heart because these act as aids to its perception.)

And they say, 'Had we been accustomed to listen or had sense, we would not have been among the dwellers of the Flames.' (67: 10)

(This lamentation of the dwellers of the Fire shows that the heart possesses sense and that the entrusting of responsibility demands sense.)

Wisdom lies in the Heart

And they have hearts wherewith to perceive. (22: 46)

The Seat of Piety is the Heart

Those are they whose hearts ALLAH has proven into piety. (49: 3)

The Addressee and the Recipient of Revelation is the Heart

For He it is Who has revealed (this scripture) to your heart. (2: 97)

This proves that in reality the addressee is the heart, the perceiving and commanding master. All other body

An Objective Appraisal of The Sublime Path

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

EVIDENCE ON TASAWWUF
Chapter - III (Continued)

The explanations of the aforementioned Hadith indicate that zikr initiated by an accomplished Sheikh suffuses the entire environment. It is, therefore, immaterial how far away the devotees are sitting from him.

This discussion highlights another important issue. Those who deny hearing by the dead, should note that when stones, trees, dust and all other things hear Talbih and the Azan, there is no reason to exclude the dead, even if reduced to bits and pieces, or reduced to dust. Disagreement, however, exists whether the dead hymn His (SWT) praise, consonant with their new state or according to their previous existence. Nevertheless, the cognition and understanding by the dead cannot be denied even after they turn into dust, as it is possible and duly proved in case of stones, trees and dust, no matter how incredible it may seem.

In the light of the above discourse, we can draw the following conclusions:

⇒ The love for the aulia is a well tried and assured means to attain His (SWT) Love.

⇒ Persuasion to zikr, specifying its method is the most successful and dependable prescription with the aulia.

⇒ Frequent zikr and the company of the aulia leads to inculcation of ALLAH's Love and rescues one from a wretched end.

⇒ Enmity with the aulia is indeed enmity with ALLAH. Maulana Thanvi once said, "It is not infidelity to bear enmity with the aulia but those who insult or disgrace them die as infidels."

⇒ The obligations of Shari'ah are just like capital investment, while spiritual advancement rests on supplemental worship: The latter, however, is totally unreliable and of no consequence without the discharge of the former.

⇒ Fana-fi-ALLAH and Baqa-bi-ALLAH is a reality.

⇒ Those who deny kashf and ilhām, in fact, place the Prophet's (SAWS) Ummah even lower than the bush of Musa-A.S.

⇒ Halqah-e Zikr has been authenticated.

⇒ Those sûfis engaged in zikr are the focal points of His (SWT) Refulgence.

CHAPTER-IV

QALB (THE HEART)

Tasawuf aims at inner purification which, in turn, depends on the reformation of the Qalb. This chapter deals in detail with this important aspect.

The Prophet (SAWS) said, "There is a

March 2016

Jamadi-ul-Awwal/Jamadi-us-Sani 1437H

MONTHLY

Al-Murshid

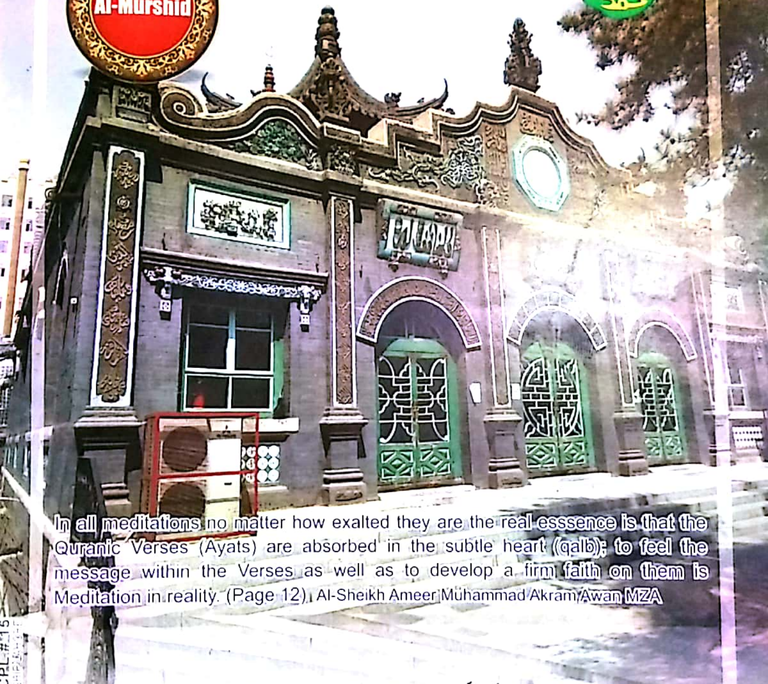

In all meditations no matter how exalted they are the real esssence is that the Quranic Verses (Ayats) are absorbed in the subtle heart (qalb); to feel the message within the Verses as well as to develop a firm faith on them is Meditation in reality. (Page 12) Al-Sheikh Ameer Muhammad Akram Awan MZA

عَنْ مَعَاذِبِنِ جَبَلٍ يَقُوْلُ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ الْأَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللهِ
عَزَّوَجَلَّ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ.

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، رقم الحدیث:513)

Narrated by Hazrat Ma'az bin Jabal (RAU); I asked the Messenger of Allah (SAWS) that which of the deeds is the most appreciated by the most exalted Allah (SWT)? The Messenger of Allah (SAWS) replied that you depart from this world in such a state that your tongue is moist with Allah's Zikr.

Great Mosque of Hohhot (Inner Mongolia, China)

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL #-15
AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD TOWNSHIP

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255